نُصرۃ
میگزین

شمارہ: 28
ربیع الثانی/ جمادی الاول 1437 ہجری
بمطابق جنوری/فروری 2016

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ 127 -129

حزب التحریر کو داعش سے جوڑنے کی خبیث کوششی

شام میں تازہ ترین پیش رفت اور کیا پیرس حملوں کا اس سے کوئی تعلق ہے؟

مشکلات میں اضافہ اس بات کی نشانی ہے کہ کامیابی قریب ہے

روحانیت- انسان کی خدا تک پہنچنے کی جذباتی کوشش

امریکہ اور پاکستان بھارت مسابقت

نصرة میگزین

ج

ربیع الثانی/ جمادی الاول 1437 ہجری بمطابق جنوری/فروری2016

اس شمارے میں

اداریہ: خلافت کی واپسی کو روکنے کی جنگ		1
تفسیر سورۃالبقرۃ 127تا 129	شیخ عطاءبن خلیل ابوالرَشتہ	2
مشکلات میں اضافہ اس بات کی نشانی ہے کہ کامیابی قریب ہے	مصعب عمیر	4
روحانیت۔انسان کی خدا تک پہنچنے کی جذباتی کوشش	انجینئرمعیز	7
امریکہ اور پاکستان بھارت مسابقت	خالد صلاح الدین	15
نواز شریف کا دورہ امریکہ پاکستان کے پیروں میں پڑی امریکی بیڑیوں کومزید مستحکم کرے گا	شہزاد شیخ	18
معاملات میں ترجیحات کے برخلاف فیصلہ کرنا	شیخ عطاءبن خلیل ابوالرَشتہ	19
دولہا کا خواتین کے ہال میں جا نا	شیخ عطاءبن خلیل ابوالرَشتہ	21
افواج پاکستان کو صلیبی نہیں بلکہ خلیفہ راشد کی قیادت میں شام جانا چاہیے	پی آر	22
شام میں تازہ ترین پیش رفت اورکیا پیرس حملوں کا اس سے کوئی تعلق ہے؟	سوال کا جواب	24
حزب التحریرکو الدولۃ تنظیم(داعش) سے جوڑنے کی خبیث اور گھٹیا کوشش	عثمان بخاش	30
حزب التحریر کی ویب سائٹس پر شدید صلیبی حملے	عثمان بخاش	32
حکومت کا زوال نئی گہرائیوں کو چھو رہا ہے	پی آر	33
مخلص مسلمانوں کو اسلام سے محبت کرنے کی سزا نہ دی جائے	پی آر	34

اداریہ: خلافت کی واپسی کو روکنے کی جنگ

مغرب پوری دنیا کو اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ 13 نومبر 2015 کو پیرس اور سینٹ ڈینیس میں ہونے والے حملوں کا بنیادی سبب داعش اور اس کا وحشیانہ طرز عمل ہے۔ مغرب پوری دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کررہا ہے کہ اس واقع میں مغرب مظلوم اور متاثرہ فریق ہے، لہٰذا وہ ہر ممکن طریقے سے ہر جگہ اپنا تحفظ کرنے کا حق رکھتا ہے۔اس جواز کو استعمال کرتے ہوئے مغرب اور اس کے اتحادی روس نے شام کے مسلمانوں پر وحشیانہ بمباری کا سلسلہ شروع کردیا جنھوں نے جابر بشار کے ظلم سے ملک کا اسی(80) فیصد علاقہ آزاد کرالیا ہے۔

لیکن مغرب کی بمباری کا اصل نشانہ داعش نہیں ہے بلکہ وہ لوگ اور گروہ ہیں جو پورے شام کو آزاد کروانے کے بعد وہاں اسلام کو مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات بہت معروف ہے کہ مغرب داعش جیسی خفیہ تنظیمیں بنانے کی ایک تاریخ رکھتا ہے تاکہ اسلام کو بدنام اور خود اپنے عوام کو خوفزدہ کرکے فوجی مہمات کے لئے ان کی رضامندی حاصل کی جائے۔ اور یہ حقیقت مغرب کے اصل عزائم کو بے نقاب کرتا ہے۔ مغرب مسلمانوں کی مزاحمت اور ان کی رائے کو صرف اس صورت میں ہی برداشت کرتا ہے اگر اس کا نتیجہ جمہوریت کی شکل میں نکلتا ہو جو مسلمانوں کے امور کو کنٹرول کرنے کا ایک آلہ ہے۔ لیکن ایسی کوئی بھی عوامی تحریک یا خواہش جس کا تعلق اسلام سے ہو تو مغرب اس کی مذمت کرتا ہے اور اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں تھا کہ مغرب صرف شام کے مسلمانوں پر حملہ کرے۔ وہ مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کررہے ہیں کہ وہ بھی ان کے جرم میں معاونت کریں اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ خائن مسلم حکمران ہمیشہ کی طرح اس جرم میں

> دنیا اس وقت دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک وہ ہیں جو خلافت کی واپسی کی حمایت کررہے ہیں جبکہ دوسرے وہ ہیں جو اس کے قیام کو روکنے کی کوشش کررہے ہیں

معاونت کرنے پر پوری طرح سے تیار ہیں۔ اور وہ ایسا اس لیے کرنے کے لیے تیار ہیں کہ شام میں خلافت کی واپسی کی صورت میں ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ جہاں کہیں بھی سب سے پہلے خلافت کا قیام عمل میں آئے گا اس کی مقبولیت ان جابروں کی حکمرانی کو ختم کردے گی اور مسلم علاقوں کو ایک ریاست میں یکجا کردے گی۔ لہٰذا شام کے اطراف میں موجود حکومتیں رضا کارانہ طور پر اپنے فوجی اثاثے مغربی مفاد کے حصول اور اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے فراہم کررہے ہیں جن میں سب سے نمایاں ترکی ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو اگرچہ آئی۔ایس۔پی۔آر نے اس بات کی تردید کی ہے کہ پاکستانی افواج کو شام بھیجا جارہا ہے لیکن ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پاکستانی حکمرانوں نے، جیسا کہ مشرف نے عراق میں امریکہ کی معاونت کے لئے پاکستانی افواج کو بھجوانے پر سنجیدگی سے غور کیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلم حکمرانوں نے اپنے مغربی آقاوں کی خدمت گزاری کے لئے مسلم دنیا میں اسلامی رائے کے اظہار کو ختم کرنے کی مہم شروع کردی ہے اور پولیس اور انٹیلی جنس ادارے بھرپور طریقے سے اپنے ہی شہریوں کا پیچھا کررہے ہیں۔ پاکستان میں غیر اعلانیہ مارشل لاء نافذ کیا جاچکا ہے اور نیشنل ایکشن پلان کو ایک ڈھال کے طور پر استعمال کرکے عدلیہ اور میڈیا کو شدید دباؤ میں لاکر خوف کا ماحول بنادیا گیا ہے۔

دنیا اس وقت ایک اہم دوراہے پر کھڑی ہے۔ وہ اس وقت دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک وہ ہیں جو خلافت کی واپسی کی حمایت کررہے ہیں جبکہ دوسرے وہ ہیں جو اس کے قیام کو روکنے کی کوشش کررہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دو گروہوں کے درمیان بڑھتی شدید کشمکش کامیابی کے قریب ہونے کی نوید ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مضبوطی سے جڑے رہیں اور اسلام کو واپس اختیار واقتدار کے منزل تک پہنچانے کے لئے اپنی پوری قوت سرف کردیں۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 127تا 129

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (128) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوعَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (129)﴾

"اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اٹھارہے تھے اور اسماعیل بھی اور یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب ہماری طرف سے یہ قبول کیجئے بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے، اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مطیع بنادیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی اطاعت گزار ہو، ہم کو ہمارے حج کے احکام بتادیجئے ہمارے حال پر رحم کیجئے بے شک تو ہی رحم کرنے والا مہربان ہے"(البقرۃ:129-127)۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان آیات میں مندرجہ ذیل باتوں کی وضاحت فرمائی ہے:

1۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی دیواریں اللہ کے حکم سے اٹھائی ہیں۔ جب وہ دونوں بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے تو یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے اس عمل کو خالص اپنے لیے قبول کرلے۔

و اذ یرفع یعنی یاد کرو جب وہ اٹھا رہے تھے۔

القواعد قاعدہ کی جمع ہے اور اس کا معنی اساس ہے، اسی لیے عرب کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں، قعّدک الله تعالى، جس کا مطلب ہے "اللہ تمہیں طویل زندگی دے اور ثابت قدم کرے"۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی چیز زمین میں پیوست ہو اس پر جو حصہ اوپر اس کے ساتھ ملا ہوا ہو اس کو قاعدہ کہا جاتا ہے جس کی جمع قواعد ہے۔ یرفع القواعد بنیادوں پر تعمیر کرنے سے مجاز ہے، یہ اس لیے کہ 'قواعد' یعنی بنیادیں در حقیقت اپنے حال پر ہی برقرار ہوتی ہیں، بلند نہیں ہوتی ہیں۔ مگر قواعد یعنی بنیادیں تعمیر ہونے سے پہلے بلند نہیں تھیں لیکن جب اس کے اوپر تعمیر ہوئی ہے تو اس کی ہیئت اس کے اوپر جو کچھ ہے اس کے ساتھ بلند ہوتی ہے یوں بنیادوں کی نہیں عمارت کی بلندی ہے، یعنی مجازی تعلق سبب کا ہے۔

تقبّل منّا یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام اللہ کے لیے بیت اللہ کو تعمیر کر رہے تھے اپنی سکونت کے لیے نہیں بلکہ یہ عبادت کی جگہ تھی کیونکہ 'تقبل' اس عمل سے مربوط ہے جو کہ اللہ کے قرب کے لیے ہے اس کے علاوہ کسی میں استعمال نہیں ہوتا۔

2۔ رہی یہ بات کہ کیا ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے کعبہ کی تعمیر کی یا آپ سے پہلے کسی نے یہ کام کیا تھا، تو اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ راجح یہ ہے کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام وہ پہلے انسان تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «بعث الله - عز وجل - إلى آدم عليه السلام فقال له ولحواء: ابنيا لي بيتاً. فخط جبريل وجعل آدم يحفر وحواء تنقل التراب حتى إذا أصاب الماء نودي من تحته حسبُك آدم، فلما بنياه أوحى إليه أن يطوف به، فقيل له: أنت أول إنسان وهذا أول بيت»

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام پر وحی نازل کی جس میں آپ سے اور حوا سے فرمایا کہ: تم دونوں میرے لیے گھر بناؤ۔ پھر جبریل نے نقشہ بنایا، آدم نے کھدائی کی، حوا مٹی کو منتقل کرتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی تک پہنچے تو آواز آئی کہ آدم رک جاؤ یہ کافی ہے، جب آدم اور حوا نے بیت اللہ کو تیار کیا تو اللہ نے آدم کی طرف وحی بھیجی کہ اس کے گرد طواف کرو، ان سے کہا گیا کہ تم پہلے انسان ہو اور یہ پہلا گھر ہے"(تفسیر الطبری:1547)۔ اس کے بعد دوبارہ تعمیر ابراہیم علیہ السلام نے کی کیونکہ طوفان سے اس کو نقصان پہنچ چکا تھا اور جب ابراہیم علیہ السلام آئے تو اللہ نے آپ کو کعبہ کی جگہ بتادی کہ بے آب و گیاہ وادی میں فلاں جگہ ہے یوں آپ اور اسماعیل علیہ السلام نے اس کی تعمیر نو شروع کر دی۔

اسی طرح واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت "جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بنیادوں کی جگہ

موجود تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے اسی کے اوپر کعبہ کو تعمیر کیا۔

پھر اللہ کے اس فرمان کہ بوّا نا لابراھیم مکان البیت" اور جبکہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی" (الحج 22:26) سے بھی اسی کی تائید ہو تی ہے جو ہم نے پہلے کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ کی جگہ بتادی تھی، اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس کی جگہ غیر معروف تھی مگر اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو بتادیا تھا۔

یوں ترجیح اس بات کو ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی اور آدم علیہ السلام نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ طوفان کے بعد اس کی جگہ معلوم نہیں ہو رہی تھی، یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام آگئے، اللہ نے آپ کو اس کی جگہ بتادی اور اس کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا یوں ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے اس کو تعمیر کیا۔

3۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ جب وہ دونوں بیت اللہ کی دیواریں اونچی کررہے تھے تو اللہ سے یہ دعا کررہے تھے:

ا۔ اللہ ان دونوں کے عمل کو خاص اپنے لیے قبول کرے وہی دعا سننے والا اور عمل میں خلوص نیت کو جاننے والا ہے۔

ج۔ ان کو مناسک حج کا علم دے جس کے لیے بیت اللہ کو تعمیر کیا ہے تاکہ یہ دونوں ہی اس گھر کے پہلے طواف کرنے والے اور مناسک کو مکمل کرنے والے بنیں۔

د۔ دونوں کی توبہ قبول کرے کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ھ۔ امت مسلمہ میں ان کی اولاد میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کرے جو ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دے، ان کو شرک سے پاک کرے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی غالب اور طاقت والے ہیں جس کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا، وہی حکمت والے ہیں جو اپنی تدبیر کو محکم کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

ومن ذرّیتنا یہاں 'من' تبعیض کے لیے ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تمام اولاد کے لیے دعا نہیں کی کیونکہ اللہ نے آپ کو بتادیا کہ آپ کی اولاد میں ظالم بھی ہوں گے، لا ینال عہدی الظالمین" ظالم میرے عہد کو نہیں پاسکتے"۔

منا سکنا، حج کے افعال جن کو اللہ نے آپ کو سیکھا دیا: بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، عرفات سے مزدلفہ روانگی، شیطان کو کنکریاں مارنا اور طواف افاضہ وغیرہ سارے مناسک حج ہیں۔

اس کی اصل 'نَسَک' ہے دو فتحوں کے ساتھ عبادت کا مقصد مگر یہ حج کے حوالے سے زبان زد خاص و عام ہے۔ مناسک کا واحد منسک ہے سین کے فتحے یا کسرے کے ساتھ اور اس کا معنی عبادت کرنے والا ہے اسی لیے عابد کو ناسک کہا جاتا ہے۔

وابعث فیھم رسولا منھم" ان میں ایک رسول مبعوث کیجئے" یعنی محمد ﷺ ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أنا دعوة أبي إبراهيم وبشرى عيسى - عليه السلام -»

"میں ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں"

اس سے رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت اور اللہ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِى إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ ٱلتَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي ٱسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِٱلْبَيِّنَاتِ قَالُواْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ

"جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں اپنے سے پہلے نازل ہونے والی تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا جب وہ نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے" (الصف 61:06)۔

مشکلات میں اضافہ اس بات کی نشانی ہے کہ کامیابی قریب ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

پوری دنیا میں مسلمانوں پر چھائے ظلم و جبر کے گہرے سیاہ بادل پچھلے چند سالوں میں مزید سیاہ اور گہرے ہو گئے ہیں۔ مغربی طاقتوں نے پیرس میں داعش کی جانب سے ہونے والے حملے کو پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حملوں میں تیزی لانے کے لئے ایک جواز کے طور پر استعمال کیا ہے۔ فرانسیسی صدر نے 16 نومبر 2015 کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے چند اقدامات کا اعلان کیا جس میں اگلے دو سالوں میں پولیس میں مزید پانچ ہزار آسامیاں پیدا کرنا، دہری شہریت رکھنے والے شہریوں کی آسانی سے فرانسیسی شہریت کو منسوخ کردینا اگر ان پر دہشت گردی کا الزام ثابت ہو جائے اور ان غیر ملکیوں کو ملک بدر کرنے کی رفتار میں تیزی لانا جو مملکت کی سیکیورٹی کے لئے انتہائی خطرے کا باعث ہوں، شامل ہیں۔ ان اقدامات نے مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے پہلے سے موجود خوف کی فضاء کو مزید خوفناک کردیا ہے۔ اس کے علاوہ فرانس نے شام کے مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور روس کی مہم کی حمایت کا اعلان کیا ہے جس کا مبینہ مقصد داعش کے خلاف حملہ کرنا ہے لیکن حقیقت میں نشانہ وہ مخلص مسلمان ہیں جو نبوت کے طریقہ پر خلافت کی واپسی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ جہاں تک مسلم دنیا میں مغرب کے ایجنٹ حکمرانوں کا تعلق ہے تو وہ اپنی افادیت کو ثابت کرنے کے لئے غداری کرتے ہوئے صرف اس اتحاد کا حصہ ہی نہیں بن رہے بلکہ اپنے آقاؤں سے بڑھ کر امت کو نقصان پہنچانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اردن کے بادشاہ عبداللہ دوئم نے 16 نومبر 2015 کو انسانیت کے خلاف تیسری عالمی جنگ سے خبردار کیا اور کہا کہ "یہ اسلام کے اندر جنگ ہے، جیسا کہ میں کئی بار کہہ چکا ہوں، لہٰذا ہمیں تیزی سے حرکت میں آنا چاہیے اور بھرپور طریقے سے آپس میں جڑے ان خطرات کا سامنا کرنا چاہیے، چاہے وہ خطے میں ہوں، افریقہ، ایشیا یا یورپ میں ہوں"۔

> سیاہ ترین بادلوں کا اکٹھا ہو جانا ایمان والوں کو مایوس نہیں کرتا بلکہ درحقیقت مشکل ترین حالات اور وقت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کامیابی قریب ہے

اور پاکستان کے حکمرانوں نے پیرس میں مارے جانے والوں کے لئے ایک منٹ کی خاموشی کا مطالبہ کیا لیکن کبھی ایسا مطالبہ اس وقت نہیں کیا جب مغربی اتحادیوں کے ہاتھوں افغانستان، عراق، شام یا کسی بھی جگہ بے گناہ مسلمان قتل کیے جاتے ہیں۔ اور جہاں تک یہودی وجود کا تعلق ہے تو 16 نومبر کو جب اس نے ملک کی مرکزی اسلامی تنظیم کو کالعدم قرار دیا اور اس جانب اشارہ کیا جس نے مشرق و مغرب کی اہم طاقتوں کی نیند حرام کر رکھی ہے جب نیتن یاہو نے اعلان کیا کہ "وہ ریاست کو ختم کرنا چاہتی ہے تا کہ اس کے جگہ اسلامی خلافت قائم کی جائے"۔

سیاہ ترین بادلوں کا اکٹھا ہو جانا ایمان والوں کو مایوس نہیں کرتا بلکہ درحقیقت مشکل ترین حالات اور وقت اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کامیابی قریب ہے۔ مشکل ترین حالات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایمان والوں کا امتحان لیتے ہیں اور یہ امتحان انہیں اس بات کا حقدار بناتا ہے کہ اللہ کی جانب سے ان کی مدد اور انہیں کامیابی عطا کی جائے۔ اس کے علاوہ جب اللہ کی مدد اور کامیابی آتی ہے اور کفار پر ان کے زبردست مادی قوت کے باوجود چھا جاتی ہے تو یہ حقیقت کفار پر اسلام کی حقانیت کو ثابت کردیتی ہے۔ لہٰذا غزوہ خندق، جب بہترین میں سے بھی بہترین نسل نے بہت بڑی اتحادی قوت کا سامنا کیا تھا، نے ثابت کیا تھا کہ مشکل حالات آنے والی فتح اور کامیابی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

غزوہ خندق میں مسلمانوں کے دشمن بہت بڑی تعداد میں جمع ہوئے تھے جن میں غطفان کے لوگ بھی شامل تھے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ،

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ

"جبکہ (دشمن) تمہارے اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے" (الاحزاب 33:10)۔

ہاں بحران بہت شدید ہو گیا تھا جب بنی قریضہ نے غداری کرتے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور کفار کے اتحاد میں شامل ہو گئے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ،

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُواْ زِلْزَالاً شَدِيداً

"یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح سے وہ جھنجوڑ دیے گئے" (الاحزاب 33:11)۔

خوف مسلمانوں میں سرائیت کر گیا جب انہوں نے ناقابل شکست اتحاد کا سامنا کیا اور اللہ نے فرمایا کہ،

وَإِذْ زَاغَتِ الأَبْصَرُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ

"اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے" (الاحزاب 33:10)۔

یقیناً خوف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ مسلمانوں کا یقین متزلزل ہو گیا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ اس جنگ کا نتیجہ ایمان والوں کے خلاف نکلے گا اور یہ کہ اللہ ایسا ہونے دیں گے اور اللہ نے فرمایا کہ،

وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَاْ

"اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے" (الاحزاب 33:10)۔

خوف باقی رہا اور منافقین اس حد تک بے باق ہو گئے کہ بنو عامر بن عوف کے بھائی موعاطب بن قشیر نے کہا "محمد ہم سے وعدہ کر رہا تھا کہ ہم قیصر اور کسرا کے خزانے حاصل کریں گے لیکن ہم سے کوئی ایک بھی یہاں سے باہر نہیں جا سکتا اور خود کو سکون نہیں پہنچا سکتا"۔

جس وقت منافق یہ سوچ رہے تھے کہ اب اسلام ختم ہو جائے گا تو ایمان والوں کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ اللہ اس وقت بھی اس دین کو باقی رکھیں گے اور آنے والے تمام وقتوں میں بھی باقی رکھیں گے۔ ابن ابی حاتم سے روایت ہے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا، "خندق کے دن ہم نے کہا، 'اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا ہم کچھ کہیں کیونکہ ہمارے دل منہ کو آرہے ہیں'۔ آپ ﷺ نے کہا، **نَعَمْ، قُولُوا: اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا** 'ہاں، کہو اے اللہ ہماری کمزوریوں پر پردہ ڈالیں اور ہمارے خوف کو ٹھنڈا کر دیں"۔ اس کے علاوہ ایمان والے اتحادیوں کے آنے کو آتی ہوئی کامیابی کی نشانی کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الأَحْزَابَ قَالُواْ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

"اور ایمان والوں نے جب کفار کے لشکروں کو دیکھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا" (الاحزاب 33:22)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان کا اشارہ سورۃ البقرۃ کی جانب تھا جہاں اللہ فرماتے ہیں

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلاَ إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

'کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے' (البقرۃ 2:214)"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جس آزمائش کا وعدہ کیا ہے اس کے فوراً بعد اللہ کی مدد اور کامیابی قریب ہے۔

لہٰذا مسلمانوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو استقامت کے ساتھ کھڑے رہے اور خود کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد کا حقدار ثابت کر دیا۔ اس لئے غزوہ خندق ان لوگوں کی شہادت دیتی ہے جو اس بات کے باوجود کھڑے رہے جب دشمنوں نے خندق کو پار بھی کر لیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عامر بن عبد کا قتل آنے والی کامیابی کی نشانی تھی اور پھر مسلمانوں کی جانب سے بہادری دیکھانے کے بعد اللہ نے اتحادیوں کے خلاف انتہائی سرد اور تیز ہوا بھیجی کہ جس نے ان کی ہر شے کو تباہ کر ڈالا۔ وہ آگ نہیں جلا سکتے تھے اور نہ ہی کچھ اور کرنے کے قابل رہے اور مایوسی اور شکست کے عالم میں پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا،

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجوں پر

فوجیں آئیں، پھر ہم نے ان پر تند و تیز آندھی اور لشکر بھیجے "(الاحزاب 33:09)۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی صورت میں مدد بھیجی جنہوں نے اتحادی افواج کو ہلا دیا اور ان کے دلوں کو خوف سے بھر دیا، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَجُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا

"اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں"(الاحزاب 33:09)۔

اتحادیوں میں شامل ہر قبیلے کے سردار نے کہا"اے بنو فلاں اور فلاں مجھے سنو! "تو وہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے کہا، "ہمیں خود کو بچانا چاہیے"، اللہ نے ان کے دلوں میں خوف اور دہشت ڈال دی۔ اس طرح اتحاد ٹوٹ گیا اور اسلام باقی رہا، بالکل ویسے ہی جب روشنی کو آگے آنے کے لئے سیاہ بادل ہٹ جائیں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ سیاہ بادل کبھی تھے ہی نہیں۔

لہٰذا آج ہمیں سخت سے سخت امتحان میں مضبوطی اور استقامت کا مظاہرہ کرنا ہے اور کامیابی کی بھرپور امید رکھنی ہے۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کو دیگر تمام امور پر فضیلت دیتے ہیں، جو سچ بولتے ہیں اور خلافت کے منصوبے کے لئے کام کرتے ہیں چاہے اس کے نتیجے میں دنیا کا نقصان جیسے جابروں کے ہاتھوں ظلم کا سامنا کرنا، قید کی صورت میں اپنے پیاروں سے جدائی، اغوا یا تشدد، ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ ہمیں ویسا ہی بننا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ،**مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ ، فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى** "جو اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی آخرت کو برباد کرتا ہے اور جو اپنی آخرت سے پیار کرتا ہے وہ اپنی دنیا کی زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ تو باقی رہنے والی چیز کو ختم ہو جانے والی پر فوقیت دو "(ترمذی 5179)۔ اس سیاہ ترین وقت میں ہمیں یہ یاد رکھنا ہے کہ ایمان والے مرد اور خواتین ہی ہوں گے جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے کامیابی ملے گی جو انہیں خوف کے بعد انسانیت کے رہنما اور قائد کے منصب پر فائز کر دے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں،

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءامَنُواْ مِنْكُمْ وَعَمِلُواْ الصَّلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الأرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِى ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدّلَنَّهُمْ مّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دے گا"(النور 24:55)۔

ہم اس وقت مشرق و مغرب کی اہم ترین طاقتوں کے اتحاد کا سامنا کر رہے ہیں تو ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ اپنی امت کو اسلام کی حکمرانی کی صورت میں زمین پر کامیابی عطا فرمائیں گے اور خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ تو آئیں آج اس کامیابی کو حاصل کریں یہاں تک کہ اسلام کی تیز روشنی سے کفر کے سیاہ بادل چھٹ جائیں اور نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ قائم ہو جائے۔ آئیں ہم وہ نسل بننے کی جستجو کریں جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ اسلام کے جھنڈے کو پوری دنیا تک لے جائیں گے یہاں تک کہ وہ فیصلہ کن طور پر مشرق اور مغرب پر غالب آ جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،**إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَسَيَبْلُغُ مُلْكُ أُمَّتِي مَا زُوِيَ لِيَ مِنْهَا** "اللہ نے مجھے زمین دکھائی اور میں نے مشرق اور مغرب کی جانب دیکھا۔ میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا"۔

روحانیت۔انسان کی خدا تک پہنچنے کی جذباتی کوشش

تحریر: انجینئر معیز، پاکستان

خدا کی تلاش، اس کو جاننا اور اس تک پہنچنا انسانی تاریخ کا ایک مستقل پہلو ہے۔ اس لیے انسانی تاریخ کی شروعات سے ہی مذہب انسانی معاشروں میں ایک طاقتور قوت کے طور پر موجود رہا ہے۔ انسان کا منظم مذہب کی طرف رجحان بذات خود انسان کی ایک طاقتور ہستی کی تقدیس کی خواہش کا اظہار ہے۔ خدا کی تلاش کی یہ جدوجہد جو کئی صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں پر پھیلی ہوئی ہے ہمیں مختلف تہذیبوں، مذاہب اور معاشروں میں نظر آتی ہے۔ البتہ یہ جدوجہد کافی لوگوں کو گمراہی کی طرف لے گئی۔ مختلف عقائد اور منظم مذاہب کی موجودگی ایک حد تک انسان کی خدا کی اس تلاش کے دوران پیش آنے والے تجربات کی وجہ سے ہے۔ انسان کی خدا تک پہنچنے کی اس کوشش کے دوران اس نے اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر کچھ عقائد اور عبادات اپنا لیں۔ خدا کی تلاش کی اس کوشش کی بنیاد روحانیت ہے، ایک جذباتی کیفیت جس میں انسان خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو محسوس کرتا ہے۔

روحانیت کا لفظ مختلف عقائد میں مختلف مفہوم کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس کا زیادہ وسیع اور عام استعمال ہونے والا مطلب خدا کی قربت کی خواہش ہے۔ لہذا یہ لفظ عام طور پر ایک مذہبی انسان کے خدا کے ساتھ تعلق کے حوالے سے اس کے احساسات کے زمرے میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر کچھ لوگ روحانیت کے لفظ کو انسان کے کائنات یا فطرت کے ساتھ تعلق کے زمرے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہ افراد سمجھتے ہیں کہ کائنات جو جاندار اور غیر جاندار عوامل پر مشتمل ہے کا انسان کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اس لیے وہ انسان کے فطرت کے ساتھ تعلق کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ کیسے انسان اور فطرت ایک دوسرے سے پیغامات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ انسان اور فطرت کے درمیان اس تعلق کو وہ لوگ ایک روحانی تعلق سمجھتے ہیں۔ روحانیت کا ایک مطلب جسمانی لذتوں کی انتہا بھی لیا جاتا ہے۔ جسمانی لذت کی انتہا کو روح کی طاقت کے اظہار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ کچھ پرانے کفریہ عقائد بھی روحانیت کے بارے میں یہی سوچ رکھتے ہیں مگر مغربی لبرل سوچ اور اس کے آزادیوں کے تصور نے روحانیت کے حوالے سے اس سوچ کو تقویت بخشی ہے۔ روحانیت کے بارے میں ایک اور تصور اسے انسان کا اپنی روح سے تعلق گردانتا ہے۔ اس سوچ کے حامی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مراقبہ اور اکیلے وقت گزارنے کے ذریعے انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور ایسا کرنا ایک روحانی عمل ہے۔ جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو وہ اپنے اندر جاری کشمکش کو حل کر پاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ سکون اور روحانی تسکین محسوس کرتا ہے۔ مگر روحانیت کے سب سے عام معنی انسان کا خدا کے ساتھ تعلق ہے اور یہی وہ معنی ہیں جو اس مضمون میں زیر بحث ہیں اور جس کو ہم مزید سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مختلف مذاہب، عقائد اور مفکرین کے نزدیک روحانیت کے حوالے سے مختلف آرا پائی جاتی ہیں مگر روحانیت کے بارے میں بحث میں تین موضوع تقریباً تمام مکاتب فکر میں پائے جاتے ہیں۔

1۔ انسان کی فطرت میں باہم تضاد۔ کہ انسان کا ایک روحانی اور ایک مادی پہلو ہے۔ اور یہ کہ انسان کا روحانی پہلو انسان کا خدا کے ساتھ تعلق ہے جبکہ اس کا مادی پہلو اسکا اس دنیا کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے روحانی اور مادی پہلو ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں ہیں۔ اگر انسان نے خدا کی قربت حاصل کرنی ہے تو اسے اپنے مادی پہلو کو کچلنا ہوگا۔ انسان کی فطرت میں جاری یہ جنگ اسکا خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ اگر انسان اپنے مادی پہلو کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ خدا کو پالے گا۔ اور اگر وہ اپنے مادی پہلو کو کچلنے میں ناکام رہا تو وہ خدا کے راستے سے بھٹک جائے گا۔

2۔ خدا کی وحدانیت پر ایمان، اور انسان کے کائنات اور خدا کے ساتھ تعلق کو اس وحدانیت کی سوچ کے تناظر میں بیان کرنے کی کوشش۔ اس نظریے کے مطابق انسان اور کائنات خدا کی وحدانیت کا حصہ ہیں مگر ضروری نہیں کہ وہ حقیقت میں یا جسمانی طور پر اس وحدانیت کا حصہ ہوں۔ جہاں تک اس وحدانیت کی اصل حقیقت کا تعلق ہے تو اس سوچ میں یہ واضح نہیں مگر اس نظریے کی یہ کوشش ہے کہ خدا، انسان اور کائنات کے درمیان ہم آہنگی کو بیان کیا جائے۔

3-انسان کا کائنات کے ساتھ تعلق اور کائنات کا انسان کے ساتھ تعلق اور کیسے انسان کا خدا کے ساتھ تعلق انسان کے کائنات کے ساتھ تعلق پر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ نظریہ کائنات کو اس طرح دیکھتا ہے کہ وہ خدا کا حصہ ہے یا وہ خدا کی وحدانیت کا اظہار ہے یا اسکی تخلیق ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کی خدا سے قربت اس کو فطرت کی قوتوں پر حکمرانی کی طاقت عطا کرتی ہے۔ یا یہ کہ کائنات یا فطرت کی قوتیں انسان کو خدا تک پہنچنے میں مدد دیتی ہیں۔

اسلام روحانیت کی جانب ایک منفرد نقطہ نظر رکھتا ہے۔ اسلام کی عالمی سطح پر آمد اور اس کی زبردست توسیع اس کو مختلف عقائد اور تہذیبوں سے رابطے میں لائی۔ ان رابطوں کے نتیجے میں اسلامی تہذیب نے کچھ غلط افکار کو قبول کر لیا جو ان بیرونی تہذیبوں کا حصہ تھے۔ یہ بیرونی افکار کچھ دوسرے افکار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے روحانیت کے بارے میں افکار پر بھی اثرانداز ہوئیں۔

آیئے مختصراً ان بیرونی افکار پر نظر ڈالتے ہیں جنھوں نے بالواسطہ یا براہِ راست مسلمانوں کی روحانیت کے بارے میں سوچ پر اثر ڈالا۔ ہندو مذہب اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ایک طاقتور خدا ہے جو ایک پاک روح ہے۔ انسانی روح جو کہ زندگی کا راز ہے ابدی ہے اور اس طاقتور روح یعنی خدا کا حصہ ہے۔ ہر چیز اور ہر انسان میں روح موجود ہے اور تمام زندگی ایک ہی اکائی ہے۔ مگر وہ روح جو زمین پر موجود ہے اس کو پاکیزگی کے عمل سے گزرنا ہے یہاں تک کہ وہ اتنی پاک ہو جائے جتنا کہ خدا پاک ہے۔ یا وہ پاک ہو کر خدا کا حصہ بن جائے۔ ہندو مذہب میں دوسرے جنم کے تصور کا تعلق دراصل کائنات میں روح کی پاکیزگی کے سفر کے ساتھ ہے۔ یعنی روح کائنات میں اپنا سفر جاری رکھتی ہے جہاں وہ ہر قدم پر پاکیزگی کے سفر میں آگے بڑھتی ہے یہاں تک کہ وہ اتنی پاک ہو جائے جتنا پاک خدا ہے یا وہ خدا کا حصہ بن جائے۔ ہندو مذہب میں ایک روحانی شخص تزکیہ نفس کے ذریعے اور معاشرتی تعلقات کو ترک کر کے اپنی روح کی پاکیزگی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پارسی مذہب جو کہ اسلام سے پہلے فارس کا قدیم مذہب تھا اور جس کے کچھ ماننے والے آج بھی موجود ہیں، دو خداؤں پر یقین رکھتا ہے۔ ایک اچھائی کا خدا اور ایک برائی کا خدا اور یہ کہ دونوں کے درمیان جنگ ہے۔ پارسی مذہب یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی فطرت اور کائنات میں باہمی تضاد در حقیقت ان دو خداؤں کی جنگ کے نتیجے میں ہے۔

یہاں پر عیسایت کے روحانیت کے بارے میں تصور کو سمجھنا بھی مددگار ثابت ہوگا۔ علامہ اسد اپنی کتاب، **اسلام دوراہے پر**، میں عیسایت کے روحانیت کے بارے میں تصور کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **"عیسائی تصور کے مطابق انسانیت ایک موروثی گناہ کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے جو آدم اور حوا نے کیا۔ نتیجتاً کم از کم عیسائی تصور میں انسانی زندگی کو کمتر سمجھا جاتا ہے ایک ایسی زندگی جو اداسی اور افسوس کی وادی میں گزاری جائے۔ یہ زندگی دو متضاد طاقتوں کے لیے میدانِ جنگ ہے: برائی کی طاقت جس کا ترجمان شیطان ہے اور اچھائی کی طاقت جس کے ترجمان مسیح ہیں۔ جسمانی لذتوں کی لالچ کے ذریعے شیطان انسانی روح کی روشنی کی طرف سفر میں روکاوٹیں حائل کرنا چاہتا ہے۔ اور اگرچہ روح مسیح کی ملکیت ہے جسم شیطان کے حربوں کا میدان ہے۔ اس کو ایک اور طریقے سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے: مادی دنیا شیطان کی ہے جب کہ روح کی دنیا اچھائی اور خدا کی ہے۔ جو کچھ بھی انسانی فطرت میں مادی ہے یا جسے عیسایت "ہوس" کہتی ہے وہ آدم کی غلطی کی وجہ سے ہے جو انہوں نے اندھیرے اور مادے کے دوزخی شہزادے کی بات مان کر کی۔ اب انسانیت کی بقاء اس میں ہے کہ انسان اس مادی زندگی اور جسمانی لذتوں سے منہ موڑ کر روحانی دنیا پر توجہ دے جہاں آدم کے "اصلی گناہ" کا کفارہ مسیح نے صلیب پر قربانی دے کر ادا کیا۔"**

اسلامی تہذیب میں روحانیت کی جدوجہد کی ترجمان صوفی تحریک ہے۔ صوفی تحریک کی شروعات عباسی خلافت کے دور میں بغداد میں ہوئی اور اس سوچ کے حامی اسلامی حکومت کے تابع فارس اور وسطی ایشیاء میں بھی موجود تھے۔ بعد میں برصغیر پر مسلم حکمرانی کے دور میں وہاں پر صوفی تحریک کا زبردست اثر ورسوخ پایا گیا۔ صوفی تعلیمات میں مختلف علاقوں اور مختلف افراد کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے مگر ہمیں ان تعلیمات میں کچھ عام مشترک موضوعات ملتے ہیں۔ صوفی تعلیمات میں ممتاز سوچ روح کا تصور اور اس کا خدا سے تعلق ہے۔ صوفی لوگ قرآن کی اس آیت کو اس چیز کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ انسانی روح اور خدا کی وحدانیت کے علم میں ایک تعلق موجود

ہے۔ **وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ**

"اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے انکی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ؟سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی" (الاعراف 172)۔ یعنی انسانی روح خدا کی وحدانیت سے واقف ہے کیونکہ پیدائش سے پہلے تمام انسانوں کی روحوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ ان کا رب کون ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ان کا رب اللہ ہے ۔ مگر جب انسان کی روح انسان کی خواہشات یا نفس کے ساتھ ملتی ہے تو مسلمانوں کے معاملے میں اللہ کی وحدانیت کا یہ علم دھندلا جاتا ہے جب کہ کفار مکمل طور پر روح اور اللہ کی وحدانیت کے علم کے تعلق کو بھول چکے ہیں۔ یہ اللہ کے دوست یعنی اولیاء ہیں جو انسانی جسم کی خواہشات پر قابو پا کر اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ صوفی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اولیاء، انبیاء کی طرح انسانیت کی اللہ کا قرب حاصل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء وعدے کے دن کو نہیں بھولے جب کہ عام لوگ وعدے کے دن کو بھول گئے ہیں اور یہ اولیاء اور انبیاء کا کام ہے کہ وہ ان کو اس دن کے بارے میں یاد کرائیں۔ چنانچہ صوفی روح کے سفر کی بات کرتے ہیں جو کہ ایک منظم ڈھانچے کے زیرِ اہتمام کیا جاتا ہے یہاں تک کہ روح خدا کی وحدانیت کا حقیقتاً اس طرح ادراک کر لے جس طرح اس نے وعدے کے دن کیا تھا۔ روح کا یہ سفر صوفی اساتذہ یا شیوخ کی مدد کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شیوخ خدا کے شیدائیوں کو اس تک پہنچنے میں مدد کرتے ہیں۔ جب انسانی روح خدا کی حقیقت کا ادراک کرتی ہے تو یہ حقیقت اس پر حاوی ہو جاتی ہے اور انسانی روح اپنا ذاتی تشخص کھو بیٹھتی ہے اور کچھ حالات میں ایسا شخص اپنے گرد و نواح سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ کچھ صوفی حضرات خدا کی حقیقت کے اس "طاقتور" ادراک کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسانی روح در حقیقت خدا کی وحدانیت کا ادراک کر لیتی ہے اور اس وقت وہ اپنا ذاتی تشخص کھو کر خدا کی وحدانیت کا حصہ بن جاتی ہے۔ اگرچہ صوفی تعلیمات کی توجہ انسانی روح کی خدا کی حقیقت کا ادراک کرنے کی جد و جہد پر ہے مگر صوفی لغت اور صوفی افکار میں ہمیں ا نسانی جسم میں موجود باہمی تضاد کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ صوفی انسانی جسم میں موجود دل کو خدا کا گھر سمجھتے ہیں جبکہ نفس جسمانی خواہشات پر مشتمل ہے۔ اگر انسان اپنے دل کے مطابق چلے تو وہ خدا کے قریب ہو گا مگر اگر وہ اپنے نفس کی مانے یا اپنی خواہشات پر چلے تو وہ خدا سے دور ہو گا۔ چنانچہ روح کی تسکین اس وقت ہو گی جب انسان کا روحانی پہلو اس کے مادی پہلو (خواہشات) سے زیادہ مضبوط ہو۔ اللہ کے دوست ہونے کی بدولت صوفیاء اور انبیاء کو اللہ کی طرف سے نشانیاں ملتیں ہیں۔ انبیاء کو ملنے والی نشانیاں معجزات کہلاتیں ہیں جبکہ صو فیاء کو ملنے والی نشانیاں کرامات کہلاتیں ہیں۔ یہ نشانیاں صوفی لوگوں کو ان کے انسانیت کو اللہ کے قریب کرنے کے مشن میں مدد دیتی ہیں۔

روحانیت ایک جذباتی کیفیت ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ہم کیسے اس جذباتی کیفیت کی وضاحت کریں یا یہ کہ ایک روحانی آدمی پر کیا بیتی ہے تو جو لوگ روحانی معاملات پر رائے رکھتے ہیں ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی ایک اور واضح جواب نہیں۔ مختلف لوگ اپنے روحانی تجربات کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ پہلے بیان کی گئی روحانیت کے بارے میں مختلف آرا اس بات کا ثبوت ہیں کہ روحانی تجربے کے بارے میں وسیع اختلاف موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روحانی تجربے یعنی تصوف کو ایک ایسا تجربہ کہا جاتا ہے جسے عقلی دلائل کی بنیاد پر بیان نہ کیا جا سکے۔ صوفی شاعر اور فلسفی علامہ اقبال اپنی کتاب "اسلام میں مذہبی سوچ کی دوبارہ تعمیر" جو کہ ان کے فلسفے پر لیکچرز پر مشتمل ہے میں یہی بات دوہراتے ہیں۔ کتاب کے باب "علم اور مذہبی تجربہ" میں اقبال لکھتے ہیں: **"شروع کے انسان کے لیے تمام تجربات معجزاتی تھے۔ زندگی کی فوری ضروریات نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ اپنے تجربات کی تشریح کرے اور اس تشریح سے آہستہ آہستہ لفظ فطرت ابھرا جو کہ ہم آج عام معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ پوری حقیقت جو ہمارے شعور میں داخل ہوتی ہے اور ہماری تشریحات میں زمینی حقائق کے طور پر نظر آتی ہے اس حقیقت کے پاس ہمارے شعور میں داخل ہونے کے اور بھی راستے ہیں اور یہ حقیقت مختلف راستوں کے ذریعے ہمیں تشریح کے مزید مواقع فراہم کرتی ہے۔ انسانیت کے پاس روحانی اور تصوف پر مبنی ثقافت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مذہبی تجربہ انسانی تاریخ میں اتنا حاوی اور زندہ ہے کہ اسے ایک وہم قرار دے کر مسترد**

نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ ہم انسان کے عام تجربے کو حقیقت مان لیں اور اس کے دوسرے تجربات کو جذباتی اور تصوف پر مبنی ہونے کی وجہ سے رد کر دیں۔ مذہبی تجربہ انسان کے باقی تجربوں کی طرح ایک حقیقت ہے۔ کسی بھی تجربے کی تشریح کرتے ہوئے اس سے علم حاصل کرنے کے لیے ایک حقیقت اتنی ہی کارآمد ہے جتنی کے دوسری۔۔۔۔۔ کیونکہ تصوف پر مبنی تجربے کے معیار کو براہ راست محسوس کیا جاتا ہے اس لیے یہ واضح ہے کہ تصوف پر مبنی تجربے کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ روحانی کیفیتوں کا تعلق احساس سے ہے نہ کی فکر سے۔ اپنے روحانی شعور کے مواد کی وہ تشریح جو کہ ایک صوفی کرتا ہے وہ دوسروں تک تجویز کی شکل میں بیان کی جا سکتی ہے مگر روحانی مواد خود آگے منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت اس کے اندر ذکر کیے گئے تجربے کی نفسیات پر بات کر رہی ہے نہ کہ اس کی حقیقت پر۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيم "اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو چاہے القا کرے۔ بے شک وہ اعلیٰ مرتبہ (اور) حکمت والا ہے۔" (سورۃ شعرا: 51)"۔ اقبال نے یہ بحث کی ہے کہ ایسے افراد کی موجودگی جو روحانی تجربے سے گزرے ہوں اس تجربے کی حقیقت پر دلیل ہیں اگرچہ ایسے افراد اس روحانی تجربے کو ایک بامعنی انداز سے بیان کرنے میں قاصر ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ روحانی تجربہ انسان کے لیے علم کی بنیاد نہیں بن سکتا۔

تو پھر روحانیت کو کیسے سمجھا جائے؟ ایک ایسا رجحان جو کثرت سے انسانی تاریخ میں نظر آتا ہے مگر جسے بیان نہیں کیا جا سکتا؟ روحانیت کے مسئلہ کو صحیح طریقے سے سمجھنے کے لیے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ کیا چیز علم اور دلیل کہلانے کے لائق ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ کیا طریقہ کار یا سوچنے کا انداز ہے جو انسان کو ایسی حقیقت جس کا کوئی انکار نہ کر سکے اور افسانے میں فرق کرنے کے قابل بناتا ہے۔ وہ طریقہ کار حسی ادراک (منطق الاحساس) یعنی حقیقت کو براہِ راست احساس کے ذریعے جاننا ہے۔ ٹھوس علم صرف وہی علم ہے جو حسی ادراک کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو یا وہ علم جس کی بنیاد حسی ادراک ہو۔ چنانچہ علم صرف حقیقت کے براہِ راست ادراک پر مبنی ہونا چاہیے۔ صرف وہی اصول اور نتائج جو حقیقت کے براہِ راست ادراک سے حاصل کیے گئے ہیں علم کی بنیاد بن سکتے ہیں یا اس کی تشریح میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ انسانی ذہن کو اس چیز کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے جس کا وہ براہِ راست حسی ادراک نہ کر سکے۔ ہر ایسی کوشش صرف قیاس آرائیوں پر مبنی ہو گی اور انسانی ذہن کو اشیاء کی حقیقت سے گمراہ کر دے گی۔ یہی ان لوگوں کے ساتھ ہوا جنھوں نے روحانیت کی وجوہات اور محرکات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنی سمجھ کو حقیقت کے براہِ راست ادراک تک محدود نہیں کیا بلکہ انھوں نے روحانیت اور روح کی حقیقت پر قیاس آرائی کی ایک ایسی حقیقت جو ان کے اپنے الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

روحانیت کے بارے میں الجھن دو مختلف حقیقتوں کے بارے میں الجھنوں سے جڑی ہوئی ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کو براہِ راست حسی ادراک سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انسان نے زندگی کی حقیقت کا مشاہدہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ زندگی کا ایک راز ہے جس کو اس نے روح کا نام دیا۔ انسان نے خود اپنے اندر اور دوسرے انسانوں کے اندر روحانیت یعنی ایک جذباتی کیفیت کا مشاہدہ کیا۔ ایک ایسی کیفیت اور احساس جو اس پر اس وقت حاوی ہوتی ہے جب انسان خود کو خدا کے قریب محسوس کرتا ہے۔ یہ سمجھا گیا کہ روح جو زندگی کا راز ہے اور روحانیت کا آپس میں ایک تعلق ہے اگرچہ اس کی کوئی دلیل موجود نہ تھی۔ زندگی کے راز نے انسان کو الجھن میں ڈال دیا۔ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی کے راز کو بیان نہ کر پانے کی حقیقت نے زندگی کے راز کو انسان کے لیے پر اسرار بنا دیا۔ روح کے تصور نے انسان کو تجسس میں مبتلا کر دیا۔ اس کا رویہ اس کی طرف تقدیس کا بن گیا۔ اس نے اس کے بارے میں سوچا کہ وہ طاقتور چیز ہے جس کے اندر وہ راز ہے جو انسانی زندگی کی بنیاد ہے۔ روح کی طرف انسان کے تجسس نے اس کے اندر تقدیس کے جذبے کو ابھارا جو اس کے اوپر حاوی ہو گیا۔

روحانیت ایک جذباتی کیفیت ہے۔ انسان جب ایک ایسی حقیقت یا تجربے کا مشاہدہ کرے جو اس کے اندر کمزوری کا احساس پیدا کرے تو ایسی صورتحال میں اس کا

مشاہدہ ایک کمزوری اور تقدیس کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ تقدیس کا جذبہ اس کے اندر اس لیے پیدا ہوتا ہے کیونکہ جس بڑی طاقت یا مضبوط قوت یا کامل حقیقت کا وہ مشاہدہ کرتا ہے اس کے سامنے وہ اپنے آپ کو کمزور اور لاچار سمجھتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی طرف اقبال نے اشارہ کیا یعنی یہ **"مذہبی تجربہ انسانی تاریخ میں اتنا حاوی اور زندہ ہے کہ اسے وہم قرار دے کر مسترد نہیں کیا جا سکتا"**۔ حسی ادراک اس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے جسے اقبال نے **"مذہبی تجربہ"** قرار دیا اور جس کا مشاہدہ انسانی تاریخ میں کثرت سے کیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت یہ انسان کی جذباتی تقدیسی کیفیت ہے۔ انسانوں میں اس کی ناقابل تردید موجودگی ہمیں اس نتیجے کو اخذ کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ یہ جذباتی تقدیسی کیفیت انسان کی فطرت حصہ ہے۔ تدین ایک انسانی جبلت ہے۔ جب کبھی انسان ایک کامل حقیقت، کسی بڑی طاقت یا حاوی ہو جانے والی طاقتور قوت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اس قوت یا حقیقت کی نسبت اپنے اندر ایک کمزوری کا جذبہ محسوس کرتا ہے۔ یہ جذبہ اس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یہ جذبہ اس کے اندر یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ اس قوت یا حقیقت کی تقدیس کرے یا اس کی تعریف کرے اور اس کو بڑا مانے جس قوت یا حقیقت نے اس کے اندر اس جذبے کو پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روحانیت کے بارے میں ایک سوچ اس کو کائنات کے ساتھ تعلق کے تناظر میں دیکھتی ہے۔ کائنات کی وسعت، اس کی زبردست تنظیم اور اس کی زندگی کو ایک ہم آہنگ انداز میں سپورٹ کرنے کی غیر معمولی صلاحیت انسان کے اوپر حاوی ہو جاتی ہے جب وہ ان حقائق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے اندر کائنات کی بڑائی کو تسلیم کرنے کی جذباتی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ کچھ لوگ خود ان تقدیس کے جذبات کو بیان نہیں کر سکتے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کا کائنات کے ساتھ ایک روحانی تعلق ہے۔

روح زندگی کا راز ہے اور روحانیت ایک جذباتی کیفیت اور انسان کی تقدیس کرنے کی جذباتی خواہش ہے جب وہ اپنے سے طاقتور قوت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی طرف حسی ادراک راہنمائی کرتا ہے۔ مگر اس وقت الجھن پیدا ہو گئی جب حسی ادراک کے بغیر یہ فرض کر لیا گیا کہ روحانیت کی وجہ انسانی جسم میں موجود روح ہے۔ اسلام اس چیز پر اعتقاد رکھتا ہے کہ صرف اللہ کی تقدیس ہونی چاہیے اور صرف وہی ایک خدا ہے جس کی عبادت کی جانی چاہیے۔ اسلامی عقیدہ انسان کی اپنے سے بڑی قوت کی تقدیس کرنے کی جذباتی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اسلام اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ انسان، اس وسیع اور زبردست تنظیم اور ہم آہنگی رکھنے والی کائنات اور اس میں موجود تمام اشیاء کو ایک طاقتور اور غالب رب نے پیدا کیا ہے۔ وہ رب اللہ ہے جو تمام جہانوں کا خدا ہے۔ اللہ ہی کائنات میں موجود ہر چیز کا مالک اور چلانے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے سے بڑی قوت کی تقدیس کرنے کی جذباتی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش میں گمراہ نہیں ہوتا۔ اسلام میں اللہ ہی ہے جو روحانیت کا مقصد ہے وہ ذات جس کی تقدیس کی جائے۔ چنانچہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں اور اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ روحانیت ایک جذباتی کیفیت ہے جس کو وہ محسوس کرتے ہیں جب وہ اپنے خالق، اللہ کی تقدیس کرتے ہیں۔ چنانچہ روحانیت ان کے لیے ایک ایسی کیفیت ہے جب وہ جذباتی طور پر اللہ کی قربت کو محسوس کرتے ہیں۔ بیرونی ثقافت کے اثر کی وجہ سے کچھ مسلمانوں نے یہ غلط سمجھنا شروع کر دیا کہ روحانیت یا اللہ کا قرب کا تعلق زندگی کے راز یا روح سے ہے۔ ان کے لیے زندگی کا راز ایک ایسی چیز تھی جو انسانی جسم کا حصہ ہے اور وہ اس کی حقیقت کے بارے میں الجھن کا شکار ہو گئے تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ انسانی جسم کے اندر موجود روح کا تعلق روحانیت سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے روح کو انسانی جسم کا ایک ایسا حصہ سمجھ لیا جس کا تعلق اللہ تعالی سے ہے۔ انھوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ انسانی جسم کا دوسرا حصہ نفسانی خواہشات اور جسمانی ضروریات پر مبنی ہے۔ یہیں سے ان کے درمیان باہمی تضاد کا تصور ابھرا۔ یعنی وہ یہ سمجھنے لگے کہ انسانی جسم کے دو حصے ہیں۔ ایک روحانی اور ایک مادی جہاں روحانی حصہ انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق ہے جبکہ مادی حصہ یا نفسانی خواہشات انسان کا اس دنیا کے ساتھ تعلق ہے۔

روحانیت کے مسئلہ کی بنیاد انسان کا اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ انسان اس قرب کو جذباتی طور پر محسوس کرتا ہے جب جبلت تدین یا روحانی جبلت اس پر حاوی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک جذباتی کیفیت ہے جس کو وہ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ جب اللہ سے نسبت رکھتے ہوئے کمزوری کا جذبہ اس پر غالب آتا ہے تو وہ اللہ کی تقدیس کرتا ہے یوں اس کی ایک جذباتی ضرورت پوری

ہوتی ہے۔ یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ جذباتی کیفیت جس کو ہم روحانیت کہتے ہیں جبلت تدین کا نتیجہ ہے اور یہ باقی انسانی جذبات سے مختلف نہیں۔ جیسے کہ خوف کا جذبہ جب وہ ایک انسان کے اوپر حاوی ہو جاتا ہے جب انسان غیر محفوظ یا کسی خطرے کو محسوس کرتا ہے۔ یا انسانیت کا جذبہ جو انسان اپنے بچوں اور دوسرے انسانوں کی طرف محسوس کرتا ہے۔ یہ سارے جذبات کیونکہ انسانی جذبات ہیں اس لیے یہ ایک جیسے ہیں۔ ان جذبات کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ انسان کی مختلف جذباتی کیفیتیں ہیں جو مختلف بیرونی حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو جب انسان کو خطرہ محسوس ہوتا ہے یا وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے اندر ایک جذباتی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ تحفظ حاصل کرے۔ ایک ماں کی اپنے بچے کے لیے ہار نہ ماننے والی اور انتھک کوشش یا ایک انسان کے اندر ایک معذور شخص کی مدد کرنے کی خواہش یا مرد اور عورت کے درمیان کشش اور قربت کی خواہش یہ تمام انسان کی جذباتی ضروریات ہیں جو جبلت نوع سے جنم لیتیں ہیں۔ اسی طرح اپنے سے طاقتور قوت یا حقیقت جس کے سامنے انسان اپنے آپ کو کمزور محسوس کرے ،اس کی تقدیس کی خواہش انسان کی جذباتی ضرورت ہے جو جبلت تدین سے جنم لیتی ہے۔ یہ تینوں جبلتیں مل کر وہ توانائی ہیں جس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان کے وجود کا حصہ ہے۔ یہ جبلتیں ہی ہیں جو انسان کی مختلف ضروریات کو جنم دیتیں ہیں۔ البتہ یہ تینوں جبلتیں انسانی جسم سے باہر بیرونی حقیقت یا اس کے خیال سے محرک ہوتی ہیں۔ یہ بیرونی حقیقت یا بیرونی حقیقت کا تصور یا خیال ہے جو کہ جبلتوں کو شہ دیتا ہے۔ اگر کوئی بیرونی حقیقت نہ ہو جو کسی خاص جبلت کو محرک کرے تو انسان اس جبلت کے ساتھ خاص، جذباتی کیفیت کو محسوس نہیں کرے گا۔ مثال کے طور پر اگر انسان خطرہ محسوس نہیں کرتا تو وہ خوف محسوس نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر انسان ایک ایسی حقیقت کا مشاہدہ نہ کرے جس میں وہ ایک طاقتور قوت کی نسبت سے اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتا ہو تو وہ تقدیس کرنے کی جذباتی خواہش کو محسوس نہیں کرے گا۔ خالق کی تقدیس کرنے کی خواہش انسان کے اندر صرف اس وقت ابھرتی ہے جب وہ کمزور محسوس کرے اور یہ محسوس کرے کہ اس پر حاوی ہوا گیا ہے۔ تو یہ ہو سکتا ہے کہ انسان سمندر یا صحرا کی وسعت کا مشاہدہ کرے اور وہ ان کی نسبت اپنے آپ کو کمزور محسوس کرے اور اس کے اندر یہ خواہش پیدا ہو کہ وہ اس ذات کی تقدیس کرے جس نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہوٹل میں بیٹھا اپنے دوستوں سے بات چیت کر رہا ہو یا چائے پی رہا ہو یا وہ مارکیٹ میں چلتے ہوئے اپنے مالِ تجارت کو بیچنے کی کوشش کر رہا ہو اور وہ کمزور محسوس نہ کرے۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان ہمیشہ جذباتی روحانی کیفیت میں نہیں ہوتا۔ کبھی وہ تحفظ کا خواہشمند ہوتا ہے تا کہ اپنی جبلت بقاء کی تسکین کر سکے۔ کبھی وہ بچوں کو پالنے میں مصروف ہوتا ہے تا کہ اپنی جبلت نوع کی تسکین کر سکے۔ یہ روحانی وقفے جب انسان کسی دوسری جذباتی کیفیت میں ہوتا ہے یا جب وہ روحانی جذباتی کیفیت میں نہیں ہوتا ان کا یہ غلط مطلب لیا جاتا ہے کہ انسان اب مادی کیفیت میں ہے۔ انسان کبھی بھی مستقل روحانی کیفیت میں نہیں ہوتا۔ اس سے یہ غلط مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ جب وہ روحانی کیفیت میں نہیں ہے تو وہ مادی کیفیت میں ہے۔ درست نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم اس باہمی تضاد کی سوچ کو سرے سے ہی مسترد کر دیں اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کے مسئلہ کو دوبارہ سے ایک نئی سوچ کے تناظر میں دیکھیں۔

اللہ کا قرب حاصل کرنا ایک جذباتی نہیں ایک فکری کاوش ہے۔ یہ روحانیت کی طرف ایک منفرد سوچ ہے۔ انسان فطرتاً کبھی بھی مستقل طور پر روحانی کیفیت یا روحانیت میں نہیں ہو گا۔ جب ایک شخص پر روحانیت کے جذبات حاوی ہو جائیں تو ان جذبات کے نتیجے میں کیے جانے والے اعمال مادی اعمال ہوتے ہیں۔ تو انسان جب خالق کی تقدیس کرنا چاہتا ہے تو یا تو وہ اس کی تعریف کرتا ہے یا اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ یہ دونوں اعمال مادی ہیں۔ آئیں اب اس فکری ڈھانچے کی بات کریں جو انسان کو اللہ کے قریب کرتا ہے۔ تمام اعمال جو جبلت تدین، جبلت بقا اور جبلت نوع کی تسکین کے لیے کیے جاتے ہیں وہ تمام کے تمام مادی اعمال ہیں۔ روح جس کو لوگ زندگی کے راز سے غلط تشبیہ دیتے ہیں اور اسے انسان سے اللہ کا تعلق سمجھتے ہیں ایک جسمانی چیز نہیں۔ روح در حقیقت ایک فکری تصور ہے۔ وہ تصور یہ ہے کہ ایک طاقتور اور ہر چیز کو چلانے والے رب نے انسان، حیات اور کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہ رب اللہ ہے۔ انسان، حیات اور کائنات کا اللہ سے یہ تعلق ہے کہ وہ اس کی خلقت کا حصہ ہیں۔ کائنات اور اس کے اندر

موجودز ندگی اس راہ پر گامزن ہیں جس پر اللہ نے ان کو چلادیا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے تو وہ دو حقیقتوں میں زندگی گزار رہا ہے۔ ایک حقیقت میں اللہ نے اس کو آزادی دی ہے کہ وہ اپنے اعمال کو اپنی مرضی کے مطابق سرانجام دے۔ جہاں تک دوسری حقیقت کا تعلق ہے تو اس میں اللہ نے اس کے لیے راستے کا تعین کر دیا ہے اور اس میں اس کے پاس کوئی آزادی نہیں۔ انسان صرف اس حقیقت کے لیے جوابدہ ہے جس میں اللہ نے اسے عمل کرنے کی آزادی دی ہے۔ انسان اس حقیقت کے لیے جوابدہ نہیں جس میں اللہ نے اسے عمل کی آزادی نہیں دی۔ وہ حقیقت جس میں انسان کے پاس عمل کی آزادی ہے اس میں اس کو اپنے اعمال کو اللہ کے احکام کے تابع رکھنا ہے۔ اللہ کے احکام انسان تک اللہ کے رسول محمدؐ نے پہنچائے ہیں۔ یہ روح کا تصور ہے۔ یعنی اوپر بیان کی گئی سوچ کے مطابق انسان، حیات اور کائنات کا اللہ سے تعلق روح کہلاتا ہے۔ یہ تعلق ایک فکری تعلق ہے اور انسان اپنی مرضی سے اس تعلق کو اپناتا ہے۔ انسان کو عمل کرتے وقت ہمیشہ اس تصور کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ یہ تصور وہ بنیادی تصور ہے جو ایک مسلمان کے تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ یہی تصور روح کہلاتا ہے اور اگر انسان اپنے تمام اعمال کو اس تصور کے مطابق سرانجام دے تو یہ روح اور مادے کا امتزاج ہو گا۔ جہاں تک زندگی کے راز کا تعلق ہے جس کا مشاہدہ انسانی جسم میں کیا جاتا ہے تو اس کو بھی روح کہتے ہیں۔ اس زندگی کے راز کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ کہنا جو ہمیں حسی ادراک سے معلوم ہو، غلط ہو گا۔ یہ حسی ادراک ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ روح زندگی کا راز ہے اور بس۔ اس کے علاوہ یہ ہمیں کچھ نہیں بتاتا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا وجود ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان زندہ ہوتا ہے اور پھر وہ مر جاتا ہے۔ زندگی سے موت کی طرف اس منتقلی کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ روح جو زندگی کا راز ہے اس نے جسم کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ روح کے بارے میں کچھ قیاس کرنا غلط ہو گا اور گمراہی کی طرف لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتے ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّن الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً

"اور تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے (سورۃ الاسراء 85)"

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ایک فکری عمل ہے جس کے مطابق انسان کو اپنے اعمال کو اللہ کے احکام کے مطابق سرانجام دینا ہے اس لیے ایسا ممکن ہے کہ انسان ایسے اعمال سرانجام دے جو اسے اللہ کے قریب لائیں لیکن وہ روحانیت محسوس نہ کرے۔ یہ اس لیے کہ روحانیت جو کہ تقدیس کے جذبات ہیں دراصل انسان کا جسمانی احساس ہے جب اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس اس پر حاوی ہو جائے جب وہ اللہ کی موجودگی کو اس کی مخلوق کی موجودگی کے ذریعے محسوس کرے۔ اس لیے جب ایک مسلمان اپنے غصے پر قابو رکھے جب کوئی دوسرا مسلمان اس کے ساتھ زیادتی کرے، یا جب وہ قرآن کو سمجھنے کے لیے عربی زبان سیکھنے کی کوشش کرے یا جب وہ حدیث کی شرح سمجھنے کے لیے درس کی محفل میں موجود ہو یا جب وہ اپنے والدین کی طرف احترام سے پیش آئے یا جب وہ اپنے بچوں سے کھیلے یا جب وہ اپنی بیوی اور دوستوں پر پیسے خرچ کرے۔ یہ تمام اعمال اس کو اللہ کے قریب کر سکتے ہیں مگر وہ اللہ کے اس قرب کو جذباتی طور پر محسوس نہیں کرے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی کرے تو وہ جذباتی طور پر کچھ محسوس نہ کرے یعنی وہ روحانیت محسوس نہ کرے مگر وہ یقیناً وہ اللہ کے احکام کی پابندی سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔

خدا کی تلاش انسان کی ایک مستقل نہ ختم ہونے والی جدوجہد ہے۔ مگر اس جدوجہد نے کافی انسانوں کو گمراہ کیا کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو حسی ادراک سے حاصل ہونے والے علم یا وہ علم جو حسی ادراک پر مبنی ہو، تک محدود نہیں کیا۔ اور اس لیے بھی کہ انہوں نے خدا کے قرب کو ایک فکری عمل کے بجائے ایک جذباتی احساس سمجھا۔ روحانی اور مادی دنیا کے باہمی تضاد کی تباہ کن سوچ نے انسان کو ایک ایسی جنگ میں مبتلا کر دیا جس میں وہ اپنی فطرت کے خلاف لڑنے پر مجبور ہو گیا۔ اس سوچ نے ایک ایسے نظریے کو جنم دیا جس میں مذہب کو انسان کی فطرت کے متضاد سمجھا جانے لگا اور کافی لوگوں کے لیے مذہب پر چلنا ناممکن ہو گیا۔ یہ عیسایت کا باہمی تضاد کا نظریہ ہی تھا جس نے یورپ میں مذہب کے خلاف بغاوت کو جنم دیا اور جس کے نتیجے میں سیکولرازم کی تباہ کن سوچ سامنے آئی۔ باہمی تضاد کی سوچ بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو مذہب کے قریب لاتی اور ایک روحانی دنیا کی تشکیل میں مدد دیتی اس کا اثر اس کے

بالکل برعکس ہوا۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو کہ ایک منفرد اور طاقتور نظریہ پیش کرتا ہے جو انسان کی اپنی فطرت اور اس کے ارد گرد کائنات کے ساتھ مکمل ہم آہنگی پر مبنی ہے۔ اسلام باہمی تضاد کی سوچ کو سختی سے مسترد کرتا ہے اور انسان کی تمام ضروریات کا ادراک اور ان کو پورا کرتا ہے۔ اور اس منفرد سوچ کی بدولت یہ صرف اسلام ہی ہے جو بیک وقت انسان کی مادی اور روحانی ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ اسلام کی یہی منفرد سوچ تھی جس نے یورپی صحافی لیوپولڈ وائس کو اسلام کی طرف مائل کیا جب انہوں نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا اور مسلمان ہو گئے۔ اسلام کا دوسرے مذاہب کے ساتھ تقابلی جائزہ کرتے ہوئے انہوں نے اسلام لانے کے بعد محمد اسد کے نام سے لکھی گئی کتاب، **اسلام دو راہے پر**، میں اسلام کی روحانیت کے بارے میں سوچ کا تذکرہ کیا اور اسے منفرد اور دوسرے تمام مذاہب سے مختلف قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں: "**مگر اسلام اور صرف اسلام اس فکری وضاحت اور نصیحت سے آگے جاتا ہے۔ اسلام نہ صرف ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام زندگی اصل میں ایک ہی اکائی ہے کیونکہ اس کا خالق ایک خدا ہے بلکہ اسلام ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی اس دنیاوی زندگی کے اندر رہی اپنی ذات میں فکر اور عمل کی ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے۔ ایک ایسی ہم آہنگی جو فکر میں بھی ہے اور عمل میں بھی۔ زندگی کے سب سے بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسلام انسان کو ترکِ دنیا پر مجبور نہیں کرتا۔ اسلام میں روحانی بلندی کی طرف کسی خفیہ دروازے کو کھولنے کے لیے کسی تزکیہ نفس کی ضرورت نہیں۔ اسلام انسانی ذہن پر کوئی دباؤ نہیں ڈالتا کہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے ناقابل سمجھ خرافات پر یقین کرے۔ ایسے مطالبات کا اسلام سے دور تک کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اسلام کوئی روحانی سوچ یا فلسفہ نہیں۔ بلکہ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے جس کو خدا نے اپنی مخلوق کے لیے نازل کیا ہے اور جو فطرت کے قوانین کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے انسان کی مادی اور روحانی زندگی میں مکمل ہم آہنگی پیدا کی ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے روحانی اور مادی پہلو اس طرح ہم آہنگ ہیں کہ انسان کی جسمانی اور روحانی ضروریات میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اسلام اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ یہ دونوں پہلو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور ان دونوں کا ساتھ ہونا انسانی زندگی کی فطرتی ضرورت ہے۔**" یہی ہم آہنگی اور روحانی بلندی ہے جس کی طرف اسلام انسانیت کو ماضی میں دعوت دیتا تھا اور انشاءاللہ ایک دفعہ پھر اسلام جب دوبارہ عالمی سطح پر قوت اور اقتدار میں آئے گا تو اسی ہم آہنگی اور روحانی بلندی کی طرف دعوت دے گا۔

امریکہ اور پاکستان بھارت مسابقت

تحریر: خالد صلاح الدین

پاکستان اور بھارت آزادی کے وقت سے ہی علاقائی تنازعات میں ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت میں مصروف چلے آرہے ہیں۔ امریکہ کی حمایتی بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے سے قبل امریکہ کھل کر کشمیر پر پاکستانی موقف کی حمایت کیا کرتا تھا اور بھارت پر اثرو رسوخ حاصل کرنے کے لئے تنازعات میں مداخلت کے مواقع کی تلاش میں رہتا تھا۔ لیکن 1998 میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے اور 9/11 اور مسلم علاقوں میں امریکی جنگ نے علاقے میں سیاسی توازن کو بہت زیادہ تبدیل کر دیا۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے سے قبل پاکستانی فوج کی کشمیر پر بالکل واضح پالیسی تھی کہ اس مسئلہ پر بھارت کو جھکانا ہے۔ لہٰذا چاہے روایتی جنگ ہو جیسا کہ 1965 کی جنگ یا غیر روایتی جنگ جیسا کہ کشمیر کی مزاحمتی تحریک، ان تمام جنگوں کا مقصد بھارت کو آہستہ آہستہ زخمی کرنا تھا۔ اگرچہ بھارت یہ جانتا تھا کہ ان سب کے پیچھے پاکستان ہے جس کو امریکہ کی حمایت بھی حاصل ہے لیکن اس کے باوجود بھارت پاکستان کو زبردست فوجی جواب دینے سے قاصر تھا۔ جہاں تک خود کشمیر کا تعلق ہے تو امریکہ سے اتحاد کا مقصد یہ ثابت کرتا ہے کہ پاکستان کے حکمران کبھی بھی کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے مخلص نہیں تھے کیونکہ امریکہ پاکستان سے صرف اس قدر چاہتا تھا کہ وہ بھارت پر دباؤ ڈالے رکھے۔ ایسا امریکہ اس لیے چاہتا تھا کیونکہ کانگریس کے اقتدار میں بھارت امریکی اثر ورسوخ سے باہر تھا۔

جہاں تک بھارت کی جانب سے محدود ردعمل کی بات ہے تو اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ آزادی کے وقت سے بھارت اور پاکستان دونوں ہی اسلحے کی دوڑ میں شامل رہے ہیں تاکہ بہترین اسلحہ بنایا یا خریدا جائے اور مد مقابل کی جانب سے کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کیا جاسکے۔ بھارت ایک بڑی معیشت ہونے کی وجہ سے ہمیشہ روایتی اسلحے کی خریداری میں پاکستان سے آگے ہی رہا ہے۔ پاکستان کی فوج اور معیشت چھوٹی تھی جس کی بنا پر اس کے پاس اسلحہ کی خریداری کے لئے مختصر معاشی وسائل مہیا تھے۔ لیکن تنازعہ میں توازن کچھ وجوہات کی بنا پر قائم رہا۔ بھارت کو بہت طویل اور وسیع سرحدوں کی دیکھ بھال کرنا پڑتی تھی اور اس کے ساتھ ہی کئی اندرونی شورشوں کو بھی قابو کرنا پڑتا تھا جبکہ پاکستان کسی بھی تنازعے میں امریکہ کی جانب جھک جاتا تھا۔

جہاد کشمیر کا دور وہ وقت تھا جب ایٹمی ہتھیاروں کے ذریعے اس توازن کو برقرار رکھنے کی ابتداء ہوئی۔ پاکستان 1998 کی دھماکوں سے کئی سال قبل ہی ایٹمی طاقت بن چکا تھا اور سرد تجربات نے اس کی صلاحیت کو ثابت کر دیا تھا۔ کشمیر کے جہاد کی حمایت کرنے کے نتیجے میں بھارت کی جانب سے روایتی جنگ کی صورت میں جواب آسکتا تھا۔ ایسی صورتحال میں جبکہ پاکستان کی سلامتی داؤ پر لگ جائے پاکستان کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہیں ہو گی کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کو استعمال میں لائے۔ اس موقع پر بھارت کو دیکھنا پڑے گا کہ وہ پاکستان کو کس حد تک دیوار کے ساتھ لگا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بین الاقوامی طاقتیں ایٹمی جنگ کو رکوانے کے لئے لازمی مداخلت کریں گی، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ امریکہ مداخلت کرے گا جو بھارتیہ جنتا پارٹی کے بھارت کے مقابلے میں کانگریس کے بھارت کو انتہائی ناگوار تھا۔ لہٰذا کشمیر میں پاکستانی مداخلت پر بھارت نے کہیں زیادہ صبر کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح ایٹمی ہتھیار پاکستان کے لئے ایک طرح کا تحفظ فراہم کرتے تھے کہ بھارت مکمل روایتی جنگ کو اختیار نہیں کرے گا۔ یہ صورتحال پاکستان کے حکمرانوں کو اپنے آقا امریکہ کی مرضی سے بھارت کے خلاف زیادہ خفیہ جنگ کرنے کی صلاحیت اور مواقع فراہم کرتی تھی۔

لیکن یہ تمام صورتحال اس وقت تبدیل ہو گئی جب کلنٹن اور واجپائی کے اقتدار کے دنوں میں امریکہ اور بھارت قریب آ گئے۔ کارگل کا معرکہ وہ پہلا موقع تھا جہاں بھارت نے انتہائی جارحانہ حملہ کیا اور پاکستان کے اندر داخل ہونے کی ہمت بھی کی۔ امریکہ کی بھارت کے ساتھ بڑھتی قربت کا نتیجہ تھا کہ امریکہ کا فرمانبردار ایجنٹ مشرف کرسی پر بیٹھے اور دیگر اقدامات کے ساتھ ساتھ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے امکانات کو کم کرے تاکہ بھارت کو ایک علاقائی طاقت کے طور پر کھڑا کیا جاسکے۔

پاکستان کا غیر ریاستی گروہوں کے ذریعے کشمیر اور باقی بھارت میں مداخلت کا طریقہ کار اب خاتمے کے قریب تھا۔ 9/11 کے بعد تمام اسلامی جہادی گروہوں کو دہشت گرد قرار دے دیا گیا اور اس طرح پاکستان پر دباؤ پڑ گیا کہ وہ ان گروہوں کو قابو کرے۔ امریکی دباؤ پر بھارت کو خوش کرنے کے لئے بھارت کی سرحد پر یہ کام واضح طور پر کیا گیا۔ اس تبدیلی کے بہت دور رس نتائج نکلے تھے۔ امریکی حمایت سے پاکستان کی جانب سے بھارت کو کشمیر کے مسئلہ پر مذاکرات پر مجبور کرنے کے لئے کشمیر میں غیر ریاستی گروہوں کی جانب سے مداخلت کی پالیسی اب ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔ لیکن ایٹمی صلاحیت اور اس کو استعمال کرنے کی استعداد ابھی باقی تھی اور اس طرح اس امریکی منصوبے میں ایک

روکاوٹ اب بھی تھی جس کے تحت وہ بھارت کو علاقائی طاقت بنانا چاہتا تھا۔

بھارتی فوج نے 2004 میں پاکستان کی حکمت عملی کا سامنا کرنے کے لئے کولڈ سٹارٹ (سرد شروعات) کی پالیسی پیش کی۔ انتہائی سادہ الفاظ میں اس محدود جنگی پالیسی کا ہدف ایسی صلاحیت کا قیام تھا جس کے تحت جوابی روایتی حملہ اس قدر زبردست ہو کہ بین الاقوامی برادری کی مداخلت سے قبل ہی پاکستان کی فوج کو شدید نقصان پہنچایا جاچکا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے کہ پاکستان کو کسی بھی تنازعہ کو ایٹمی سطح تک لے جانے کا موقع بھی نہ ملے۔ عملی طور اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت بجلی کی تیزی سے پاکستان میں داخل ہو، تقریباً پچاس سے سو کلو میٹر تک کے علاقے پر قبضہ کرلے اور پھر پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال سے روکے رکھے۔

لہٰذا اس پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی جانب سے ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے خوف سے بھارت کو روایتی جنگ سے روکنے کی پالیسی کو ناکام بنایا جائے۔ لیکن پاکستان ایک قدم آگے بڑھا اور بھارت کی کولڈ سٹارٹ پالیسی کو ناکام بنانے کے لئے چھوٹے ایٹمی ہتھیار بنا لیے۔ یہ وہ ایٹمی ہتھیار تھے جو اس مقصد کے لئے بنائے گئے تھے کہ انہیں میدان جنگ میں استعمال کیا جاسکے اور اس طرح تیزی سے داخل ہونے کی کولڈ سٹارٹ کی پالیسی کو ناکام بنادیا گیا۔ ایک بار پھر پاکستان کی یہ صلاحیت خطے میں بھارت کے بالادستی کے قیام کے منصوبے میں براہ راست روکاوٹ بن گئی۔

کولڈ سٹارٹ کی بھارتی پالیسی کتنی موثر تھی اس پر ایک سوالیہ نشان ہے لیکن پاکستان نے چھوٹے ایٹمی ہتھیاروں کا کامیابی کے ساتھ تجربہ کرلیا تھا۔ اس طرح بھارت اور پاکستان کے درمیان جنگی مساوات دوبارہ اپنی سابقہ پوزیشن پر بحال ہوگئی اور بھارت اس پوزیشن میں نہیں رہا کہ وہ پاکستان کے ممکنہ جارحانہ حملے کا جواب دے سکے۔

لہٰذا اب بھارت کے پاس صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا امریکہ کے ذریعے پاکستان پر دباؤ ڈلوانا۔ امریکہ پہلے ہی پاکستان پر غیر ریاستی گروہوں کے حوالے سے دباو ڈال رہا تھا اور امریکہ اور بھارت کی جانب سے جاری ہونے والا مشترکہ اعلامیہ اس کی واضح نشان دہی بھی کرتا تھا۔ اب امریکہ پاکستان کے چھوٹے ایٹمی ہتھیاروں کی صلاحیت کو محدود کرنے کے لئے حرکت میں آگیا۔

28 اگست 2015 کو ایکسپریس ٹریبیون میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے حوالے سے بتایا گیا کہ :"پاکستان ایک دہائی میں امریکہ اور روس کے بعد ایٹمی ہتھیار رکھنے والی تیسری بڑی ریاست بن سکتا ہے، یہ بات واشنگٹن پوسٹ نے جمعرات کو شائع کی۔ دو امریکی تھنک ٹینک کے نئے اعداد و شمار کے مطابق ہو سکتا ہے کہ پاکستان سالانہ 20 ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہو۔ کارنج اینڈومنٹ فار انٹرنیشنل پیس اور سٹیمسن سینٹر کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان بہت تیزی سے اپنی ایٹمی صلاحیت کو بڑھا رہا ہے کیونکہ اسے اپنے مدمقابل، بھارت کا خوف ہے جو کہ خود ایک ایٹمی طاقت ہے۔ تجزیے میں یہ کہا گیا کہ پاکستان ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری میں بھارت سے بہت تیزی سے آگے نکل رہا ہے (http://tribune.com.pk/story/946258/report-on-weapons-pakistan-outpacing-India-in-nuclear-race)۔ اور اس طرح پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر بات چیت کے لئے ماحول بنا دیا گیا۔

اس کے بعد واشنگٹن پوسٹ میں ڈیوڈ اگنٹیس نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ایسے منصوبے بنائے گئے ہیں جن کا مقصد پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کو کنٹرول کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ "وائٹ ہاوس ایسے طریقے کی تلاش میں ہے جن سے زبردست سفارتی کامیابی حاصل ہو جیسا کہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں اور انہیں پھینکنے کے نظام کی حد معین کرنا اور ان پر کنٹرول لاگو کرنا۔ اس قسم کا معاہدہ بالآخر پاکستان کے لئے سول نیوکلئیر معاہدے کی راہ ہموار کردے گا جس طرح کا معاہدہ 2005 میں بھارت کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ایٹمی مذاکرات اس لئے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اس طرح امریکہ اس مسئلہ کو حل کرنا شروع کردے گا جس کی کوشش وہ دو دہائیوں سے کر رہا ہے اور جسے وہ دنیا کے چند اہم سیکیورٹی مسائل میں سے سمجھتا ہے۔ ایک ذریعہ نے، جو کہ مذاکرات سے آگاہی رکھتا ہے، کہا کہ پاکستان کو کہا گیا ہے کہ وہ اس چیز کو سامنے رکھے جسے "حد" کہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ پاکستان اپنے ایٹمی ہتھیاروں اور اس کو پھینکنے کے نظام پر اس حد تک پابندی قبول کرلے جو کہ بھارت کے ایٹمی خطرے کا سامنا کرنے کے لئے کافی ہو۔ پاکستان اس بات پر رضامند ہوسکتا ہے کہ وہ ان میزائلوں کو حرکت میں نہیں لائے گا جو کہ ایک خاص حد سے آگے جانے کی صلاحیت رکھتے ہوں"۔ مضمون میں مزید کہا گیا کہ "لیکن اس مسئلہ پر وزیر اعظم نواز شریف کے 23 اکتوبر کے ہونے والے دورے سے قبل خاموشی سے بات چیت کی جارہی ہے"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بات چیت خفیہ ہے اور وہ شروع بھی ہوچکی ہے۔

اگرچہ بہت سے مضامین اس کے بعد شائع ہوئے لیکن سب سے اہم 21 اکتوبر 2015 کو ٹریبیون میں شائع ہونے والا مضمون تھا جس میں بتایا گیا کہ "پاکستان کا یہ حق ہے کہ وہ جارح ایٹمی ہمسائے کو سامنے رکھتے ہوئے

اپنے دفاع کے لئے ٹیکٹیکل ایٹمی ہتھیار بنائے، خارجہ سیکریٹری اعزاز احمد چوہدری نے منگل کو یہ کہا۔ منگل کو پی ٹی وی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ملک کے ایٹمی پروگرام کا مقصد جنگ کرنا نہیں بلکہ مختلف صلاحیتوں کے حصول کے ذریعے جنگ کو روکنا ہے۔ اعزاز نے کہا، بھارت نے اپنی کولڈ سٹارٹ پالیسی کے تحت اگلے مورچوں کو حرکت میں لایا اور پاکستان کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اقتدار اعلیٰ کے دفاع کے لئے ہتھیار تیار کرے۔ ہمارا ایٹمی پروگرام جنگ شروع کرنے کے لئے نہیں بلکہ اسے روکنے کے لئے ہے، انہوں نے کہا "ٹیکٹیکل ہتھیاروں کی موجودگی کا سیکریٹری خارجہ کی جانب سے اعلان کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ نے ان ہتھیاروں کے معاملے پر پاکستان کی قیادت سے بات کی ہے تاکہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو محدود کیا جاسکے۔

پاکستان وسائل اور صلاحیتوں سے مالا مال ملک ہے۔ لیکن اپنے قیام کے وقت سے امریکہ کے ساتھ اس کے اتحاد نے اس کی ترقی کو جمود کا شکار کر رکھا ہے۔ یہ بات اور زیادہ واضح ہوئی جب سے امریکہ نے بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط کرنا شروع کیا اور مسلم علاقوں پر حملہ آور ہو گیا۔ ایک جارح ملک کے ساتھ اتحاد وقتی طور پر شاید تحفظ دلا سکتا ہے لیکن درحقیقت ایسا اتحاد مسلسل نقصان پہنچانے کا باعث ہوتا ہے۔ آج امریکہ پاکستان کی صلاحیت کو ہر صورت محدود کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ بھارت کو چیلنج نہ کر سکے یا مسلم علاقوں پر اپنے اثر ورسوخ کے قیام کے لئے شروع کی ہوئی جنگ میں روکاوٹ نہ بن سکے۔ پاکستان کے مسلمان امریکہ کے اس شیطانی منصوبے سے صرف ایک ہی صورت میں بچ سکتے ہیں کہ وہ امریکہ سے اپنا اتحاد توڑ ڈالیں۔ ایسا صرف ریاست خلافت کے ذریعے ہی ہوگا کیونکہ اسلام جارح ریاست سے اتحاد کرنے کو منع فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ حکم دیتے ہیں کہ دشمن کو صرف دشمن ہی کی حیثیت سے دیکھا جائے،

يَا أَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنْ الْحَقِّ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں" (الممتحنہ: 01)

اس کے علاوہ خلافت مسلم افواج کی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لئے کئی کام کرے گی جیسا کہ مسلم علاقوں کو ایک وحدت بخشنا اور ان کے وسیع وسائل کو یکجا کرنا، بھاری صنعت کا قیام تاکہ دوسری اقوام پر ٹیکنالوجی کے لئے انحصار نہ کرنا پڑے۔ اس طرح امت مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو جائے گی اور علاقائی اور عالمی سیاست پر اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں اثر انداز ہو سکے گی۔

بقیہ صفحہ 18 سے

ایک بات جو اس دورے سے بالکل واضح ہو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ امریکہ نہیں بلکہ پاکستان ہے جو افغانستان کی صورتحال کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ اس زبردست برتری کے باوجود پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار پاکستان کی صلاحیت اور اس کی افواج کی قوت کو خطے میں امریکی اثر ورسوخ کو برقرار رکھنے اور پھیلانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں جو کہ مسلمانوں اور اسلام کا کھلا دشمن ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس صلاحیت کو پاکستان اور افغانستان کے لوگوں کو ایک قیادت، خلیفہ، کے تحت یکجا کیا جاتا جو پھر انتہائی آسانی سے خطے سے امریکہ کو نکال باہر کرے گا اور خطے میں امن اور معاشی خوشحالی کے دور کو واپس لائے گا۔

لہٰذا نواز شریف کا دورہ امریکہ صرف اور صرف پاکستان کے پیروں میں پڑی امریکی غلامی کی بیڑیوں کو مزید مستحکم کرے گا اور اس کے نتیجے میں جنوبی و وسطی ایشیا کے نصف ارب سے زائد مسلمانوں کے لئے مزید پریشانیاں اور مصائب پیدا ہوں گی۔ آگے بڑھنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے اور برطانوی استعمار کی نشانی ڈیورینڈ لائن کو ختم کرتے ہوئے پاکستان اور افغانستان کے لوگوں کو یکجا کیا جائے اور پھر یہ سیلاب پوری مسلم دنیا کو، وسطی ایشیا سے ایشیا بعید اور مشرق وسطی سے صحارا کے صحرا تک کو اپنے احاطے میں لے لے۔ اور پاکستان یہ صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے کہ اس کو حقیقت کا روپ دے سکے۔

نواز شریف کا دورہ امریکہ پاکستان کے پیروں میں پڑی امریکی بیڑیوں کومزید مستحکم کرے گا

تحریر: شہزاد شیخ

پاکستان کے وزیر اعظم 20 اکتوبر 2015 کو امریکہ کے چار روزہ دورے پر واشنگٹن پہنچے۔ اس دورے کے دوران نواز شریف نے کئی امریکی حکام سے ملاقاتیں کیں لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم ان کی امریکی صدر اوبامہ سے ملاقات تھی۔ امریکی صدر سے ملاقات کے بعد جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے درمیان کئی امور پر بات چیت ہوئی لیکن گفتگو کا محور و مرکز "دہشت گردی"، "انتہاپسندی" کے خلاف جنگ اور افغانستان پر امریکی قبضے کو مستحکم کرنے پر رہا اور یہ بات اس قدر واضح تھی کہ بھارت نے اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ مشترکہ اعلامیہ میں کشمیر پر بھارتی قبضے کو کم اہمیت دی گئی اور زیادہ توجہ "دہشت گردی کے نیٹ ورکز" پر رہا۔

پچھلے کئی سالوں سے پاکستان کے وزیر اعظم، آرمی چیف اور آئی۔ایس۔آئی چیف کے امریکہ کے دورے ایک معمول کی بات بن چکے ہیں کیونکہ وہ امریکہ کی دعوت پر تقریباً ہر سال ہی امریکہ جاتے ہیں۔ لیکن اس بار آئی۔ایس۔آئی چیف، وزیر اعظم اور آرمی چیف آگے پیچھے امریکہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ یہ دورے اس وقت ہو رہے ہیں جب اوبامہ نے افغانستان سے امریکی افواج کے انخلاء کے منصوبے میں التواء کا اعلان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ 2016 کے بعد بھی امریکی افواج افغانستان میں موجود رہیں گی۔ یہ امریکی اعلان افغانستان میں اچانک مزاحمتی تحریک کے زور پکڑنے اور قندوز پر افغان طالبان کے قبضے کے بعد کیا گیا۔ کچھ ماہ قبل تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ افغان مزاحمت نے امریکی ایماء پر پاکستان کی جانب سے شروع کیے جانے والے امن مذاکرات کو قبول کر لیا ہے اور انہوں نے مری امن بات چیت میں شرکت بھی کی۔ لیکن جیسے ہی ملا عمر کے انتقال کی خبر پھیلی تو اس کے بعد سے اب تک یہ بات چیت رکی ہوئی ہے جبکہ غدار حکمران اس کو ایک بار پھر شروع کرنے کے لئے پورا دباؤ ڈال رہے ہیں۔

اس وقت امریکہ عالمی سطح پر انتہائی مشکل سیاسی بحران کا سامنا کر رہا ہے۔ امریکہ شام کے حوالے سے شدید مشکلات کا شکار ہے جہاں شام کے مسلمانوں نے اب تک اپنے مقدس انقلاب کو ناکام بنانے کی امریکہ کی کوششوں کو ناکام بنایا ہے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ چین کی ابھرتی قوت اور مسلم نشاط ثانیہ کو روکنے کے لئے اپنی "ایشیا پیوٹ پالیسی" کو آگے بڑھانا بھی چاہتا ہے۔ لہٰذا مسلم دنیا میں ان دو مشکلات یعنی شام اور افغانستان نے امریکہ کی تمام توجہ کو اپنی جانب متوجہ کیا ہوا ہے اور اس کو تھکا دیا ہے اور وہ جلد از جلد افغانستان پر اپنے قبضے کے مسئلہ کو حل کرنا چاہتا ہے۔ اس بات سے ہر کوئی واقف ہے کہ افغانستان پر حملہ کرنا ہو یا افغانستان پر قبضے کو مستحکم کرنا ہو اور اب افغان مزاحمت کو مذاکرات کی میز پر بیٹھا کر انہیں افغانستان کے لئے امریکی سیاسی حل کو قبول کرنے پر مجبور کرنا ہو، ہمیشہ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کی وجہ سے پاکستان کی زبردست صلاحیتیں امریکہ کے مفاد میں استعمال ہوئیں تاکہ معاملات کو آگے بڑھایا جاسکے۔ اس خطے کی مشکلات کو امریکی مفاد کے مطابق ٹھیک کرنے کے لئے امریکہ کے پاس پاکستان کی صورت میں ایک ہی ترپ کا پتّہ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ نے انتہائی پریشانی کے عالم میں آگے پیچھے آئی۔ایس۔آئی چیف، وزیر اعظم اور آرمی چیف کو طلب کیا ہے تاکہ افغانستان میں اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لئے اس نے جو بھی منصوبہ بندی کی ہے اس کے نفاذ میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔ لہٰذا حقیقت میں اس دورے میں کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ 9/11 کے بعد سے پاک امریکہ تعلقات کی بنیاد امریکی سیکیوریٹی کے معاملات بن گئے ہوئے ہیں جبکہ دیگر معاملات صرف اس لیے بات چیت میں شامل کیے جاتے ہیں تاکہ یہ تاثر دیا جاسکے کہ مذاکرات یک طرفہ نہیں ہوتے بلکہ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار اُن معاملات پر بھی بات کرتے ہیں جو پاکستان کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر بھارتی جارحیت، پاکستان میں بھارتی مداخلت کے ثبوت پیش کرنا، کشمیر، ایسے میزائلوں کے ہمراہ ایف-16 طیاروں کی فروخت جو ہدف کو نگاہ کی حد سے آگے تک نشانہ بنا سکتے ہیں، وہ معاملات ہیں جو پاکستانی عوام کو یہ دیکھانے کے لئے بات چیت میں شامل کیے جاتے ہیں کہ ہم اپنے مفادات پر بھی بات چیت کرتے ہیں تاکہ اس تاثر کو دور کیا جاسکے کہ ہم نے خود کو امریکہ کے ہاتھوں بیچ دیا ہوا ہے۔

بقیہ صفحہ 17 پر

معاملات میں ترجیحات کے برخلاف فیصلہ کرنا

تحریر: شیخ عطاءبن خلیل ابوالرشتہ

سوال

السلام علیکم،

کیا رسول اللہ ﷺ کا معاملات میں ترجیحات کے برخلاف (خلاف اولی) فیصلہ کرنا اجتہاد کہلائے گا یا یہ کوئی اور معاملہ ہے؟ برائے مہربانی وضاحت کیجئے۔ اللہ برکت دے اور آپ کی راہنمائی کرے اور آپ کی مدد کرے

جواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شاید آپ کا سوال الشخصیۃ الاسلامیہ جلد-1 کے حوالے سے ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "یہ کہنا مناسب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مجتہد کہا جائے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ وہ معاملات میں ترجیحات کے برخلاف (خلاف اولی) فیصلہ کریں"، اسی لیے آپ نے اجتہاد اور خلاف اولی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا ہے۔

اس سوال کے جواب کے لیے اجتہاد اور خلاف اولی کی خلاف ورزی کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔۔۔

پہلا: اجتہاد لغت میں کسی ایسے امر کی تحقیق میں حتی الوسع کوشش کرنا ہے جو مشکل اور مشقت طلب ہو ۔جبکہ اُصول کی اصطلاح میں احکام شرعیہ میں سے کسی رائے کو جاننے کے لئے اس قدر اور حتی الوسع کوشش کرنا کہ یہ محسوس ہونے لگے کہ اب مزید کوشش کرنا ممکن نہیں رہا۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی مسئلے میں حکم شرعی مجتہد کو معلوم نہیں ہوتا اسی لیے اس حکم شرعی کو معلوم کرنے کے لیے وہ اجتہاد کرتا ہے، وہ اس مسئلے کی حقیقت کو سمجھنے اور اس سے متعلقہ شرعی دلائل کو معلوم کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے، وہ اس کاوش میں اپنی بھرپور کوشش کر کے ایک رائے قائم کر لیتا ہے جس کے بارے میں اس کا غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں یہی حکم شرعی ہے۔

اس معنی کے مطابق اجتہاد نبی ﷺ کے حق میں درست نہیں کیونکہ صریح آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کو بھی بیان کیا وہ سب کی سب وحی ہے: (قُلْ إِنَّمَا أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ) "کہہ دیجئے کہ میں صرف وحی کے ذریعے ہی ڈراتا ہوں" (الانبیاء:45)، (إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ) "میں بس اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے" (الاحقاف:09)، (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى) "یہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتے یہ جو کچھ بولتے ہیں وہ سب وحی ہے" (النجم:4-3)، اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تھے بلکہ وحی کے ذریعے ملنے والے احکام شرعیہ کو بیان کرتے تھے۔

مجتہد کی جانب سے غلطی کرنے کا خطرہ موجود ہوتا ہے اس لیے اگر وہ درست نتیجے پر پہنچتا ہے تو اس کے لیے دو اجر اور اگر غلطی کرتا ہے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں آیا ہے کہ: «إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ» "اگر ایک فیصلہ کرنے والے نے اجتہاد کر کے فیصلہ کیا اور اجتہاد بھی درست تھا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد کر کے فیصلہ کیا مگر اجتہاد غلط تھا تو اس کے لیے ایک اجر ہے" (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ شرع میں معصوم عن الخطاء ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے لیے مجتہد ہونا جائز ہی نہیں کیونکہ اجتہاد میں درستگی اور غلطی دونوں کا امکان ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے جو بھی احکام بتائیں ہیں چاہے اپنے فعل سے، قول سے یا سکوت سے یہ سب اللہ کی طرف سے وحی کے علاوہ کچھ نہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کئی موقعوں پر رسول اللہ ﷺ نے کئی احکامات کے بارے خاموشی اختیار کی حالانکہ حکم کو بیان کرنے کی سخت ضرورت تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی اجتہاد نہیں کیا بلکہ اللہ کی طرف سے حکم کے نازل ہونے کا انتظار کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ مجتہد نہیں تھے اور آپ ﷺ کے لیے اجتہاد جائز نہیں کیونکہ اگر آپ ﷺ کے لیے اجتہاد جائز ہوتا تو آپ ﷺ ضرورت کے باوجود حکم کو موخر نہ کرتے۔

پس رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی لے کر آئے ہیں وہ آپ ﷺ کا اجتہاد نہیں وحی ہے۔

دوسرا: جہاں تک خلاف اولی کی بات ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ حکم شرعی معلوم ہے اور وہ "مباح" ہے، مگر اس میں کچھ کرنا کچھ اور کرنے سے بہتر ہے۔ یا حکم شرعی مندوب ہے مگر کچھ کرنا کچھ اور کرنے سے اولی (بہتر) ہے۔

کسی شخص کے لیے شہر میں رہنا یا گاؤں میں ہی رہائش اختیار کرنا دونوں مباح ہیں، مگر شہر میں رہنا گاؤں میں رہنے سے اولی ہے کیونکہ گاؤں کا حکمرانی اور حکمرانوں کے احتساب کے امور سے تعلق نہیں ہوتا، اس لیے جس نے گاؤں میں سکونت اختیار کی اس نے خلاف اولی کام کیا۔

اسی طرح چھپا کر اور ظاہری طور پر صدقہ دینا دونوں مندوب ہیں مگر چھپا کر دینا اعلانیہ دینے سے اولی (بہتر) ہے، اگر کسی نے اعلانیہ دیا تو اس نے خلاف اولی کیا۔

خلاف اولی کے اس معنی کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی کوئی خلاف اولی کام کرنا جائز ہے۔ عملاً آپ ﷺ نے کئی خلاف اولی کام بھی کیے جس پر اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ ﷺ کو تنبیہ کی: (عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ) "اللہ تجھے معاف کرے، تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی (پیچھے رہ جانے کی)؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ ظاہر ہو جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے "(التوبۃ:43)، یہ اجتہاد پر دلالت نہیں کرتا ہے کیونکہ اس آیت کے نزول سے قبل حکم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ جائز ہے کہ جس کو چاہیں اجازت دیں، جیسا کہ سورہ نور کی آیت میں ہے کہ (فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ) "اگر یہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت چاہیں تو ان میں سے جس کو چاہو اجازت دو"(النور:62)۔ یہ سورت سورۃ حشر کے بعد نازل ہوئی کیونکہ سورۃ حشر خندق کے موقعے پر نازل ہوئی اور یہ آیت (عَفَا اللَّهُ عَنْكَ) "اللہ تجھے معاف کرے" سورۃ توبہ میں آئی ہے، یہ نو ہجری میں غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس لیے حکم معلوم تھا اور سورہ نور کی آیت صریح تھی جو اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ رسول ﷺ کے لیے اجازت دینا جائز تھا۔

لیکن غزوہ تبوک کے جس واقعے پر سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی اور جس میں جیش العسرۃ کو تیار کیا گیا تھا اس میں اولی (بہتر) یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت نہ دیتے۔ مگر جب اس واقعے میں انہوں نے منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دی تو اللہ نے اس عمل پر آپ ﷺ کو تنبیہ کی، یعنی خلاف اولی عمل کرنے پر آپ ﷺ کو تنبیہ کی۔

یہ آیت رسول اللہ کے اجتہاد کو درست کرنے کے لیے نہیں نازل ہوئی، نہ ہی کسی ایسے واقع پر جس میں رسول اللہ نے اجتہاد کیا ہو ایک ایسا حکم بتانے کے لیے نازل ہوئی ہے جو کہ اس حکم سے متصادم ہے جو رسول اللہ کے اجتہاد سے نکالا گیا ہے، بلکہ یہ صرف خلاف اولی عمل کرنے پر تنبیہ ہے۔

تیسرا: اس بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے لیے مجتہد ہونا جائز نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی طرف سے ہر بات اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے، یہ وحی یا تو لفظی اور معنوی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم ہے یا پھر صرف معنی کے لحاظ سے جس کی تعبیر رسول اللہ ﷺ اپنے الفاظ یا اپنے سکوت میں کرتے ہیں جو کہ حکم کی طرف اشارہ ہوتا ہے، یا اپنے فعل کے ذریعے اور یہی سب کچھ سنت ہے۔

یوں اجتہاد اور خلاف اولی کے درمیان فرق واضح ہو گیا، رسول اللہ ﷺ کے لیے اجتہاد جائز نہیں کیوں آپ ﷺ معصوم عن الخطا ہیں، مگر آپ ﷺ کے لیے کوئی خلاف اولی کام کرنا جائز ہے کیونکہ خلاف اولی عمل کرنا خطاء نہیں۔

آپ کا بھائی عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

26ذی الحجۃ1436ہجری

10اکتوبر2015

بقیہ صفحہ 21 سے

خلاصہ:

1۔ شادی ہالوں میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط جائز نہیں چاہے خواتین باپردہ ہوں یا بے پردہ، اگر بے پردہ ہوں تو حرمت مزید شدید ہے

2۔ دولہا کا خواتین کے ہال میں اپنی دلہن کے پاس جا کر بیٹھنا جائز نہیں جب غیر محرم خواتین موجود ہوں چاہے ان خواتین کو پہلے ہی بتا دیا گیا ہو کہ باپردہ ہو جائیں اور دولہا کے قریب نہ جائیں بلکہ اس کے قریب صرف اس کے محارم ہوں۔۔۔ جب تک غیر محرم خواتین شادی ہال میں موجود ہوں خواہ اپنی نشستوں پر بیٹھ کر دولہا کو دیکھ رہی ہوں تو بھی یہ جائز نہیں۔

3۔ صرف محارم کے لیے مخصوص کیے گئے وقت میں ہی دولہا کا ہال میں جا کر دلہن کے پاس بیٹھنا جائز ہے جس کے آس پاس صرف محرم خواتین ہوں، اور جب دولہا ہال سے چلا جائے تو اس کے بعد ہی دوسری خواتین دلہن کے پاس جائیں گی۔

آپ کا بھائی عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

7محرم1437ہجری

20اکتوبر2015

ولہا کا خواتین کے ہال میں جانا

تحریر: شیخ عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

سوال:

ساحر ریحان ابو میسرۃ کا سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا اس میں کوئی حرمت ہے کہ دولہا شادی کے موقع پر، خواتین کو بتانے کے بعد، شادی ہال میں دلہن کے پاس جا کر بیٹھ جائے اور ساری عورتیں باپردہ ہو کر بیٹھ جائیں اور دولہا کے گرد صرف اس کی محرم خواتین کے علاوہ کوئی باقی نہ رہے جو اس کو مبارک باد دے رہی ہوں، غیر محرم عورتیں باپردہ ہو کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں اور شادی ہال میں داخلے کے وقت ان عورتوں اور دولہا کے درمیان کوئی اختلاط نہ ہو؟ بارک اللہ فیکم

الخلافۃ وعد اللہ کا سوال:

کیا یہ جائز ہے کہ دولہا زیورات پہنانے کے لیے اپنی دلہن کے پاس بیٹھے اور ساری خواتین باپردہ ہوں اور ان میں سے اکثریت محرم ہوں پھر اس کے بعد وہ نکل کر چلا جائے؟

سفیان قصراوی کا سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے ہمارے فاضل شیخ! میرا ایک سوال ہے اور وہ یہ کہ شادی کے وقت محرم عورتوں کے لیے الگ اور غیر محرم عورتوں کے لیے الگ وقت مقرر ہو تو کیا دولہا صرف محرم عورتوں کی موجودگی کے وقت خواتین ہال میں دلہن کے پاس جا سکتا ہے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ تینوں کے سوالات ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں اس لیے میں تینوں کا اکٹھا جواب دوں گا انشاءاللہ۔

8 اگست 2003 بمطابق 6 جمادالثانی 1424 ہجری کو شادی کے موقع پر شادی ہال میں اختلاط کے بارے میں سوال کا تفصیلی جواب دیا تھا جس میں یہ کہا تھا:

'مردوں اور خواتین کا اختلاط حرام ہے اور اس کے کئی دلائل ہیں، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ □ کے عہد میں مسلمانوں کی زندگی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اختلاط کی اجازت نہیں سوائے اس ضرورت کے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اس کے بارے میں اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نص موجود ہے جیسے تجارت اور صلہ رحمی وغیرہ کے معاملات۔

شادی کے موقعے پر شادی ہال میں اختلاط کے جواز کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صرف خواتین دلہن کے پاس بیٹھتی تھیں، اور مرد الگ بیٹھتے تھے۔ اس لیے شادی ہال میں اختلاط حرام ہے اور اس میں کوئی استثنیٰ موجود نہیں۔ شادی کے بعد دلہن کی رخصتی کے وقت مرد اور خواتین اس کو لے کر اس کے شوہر کے گھر جا سکتے ہیں اور پھر وہاں پہنچ کر مرد اور خواتین الگ الگ ہو جائیں گے۔

اس لیے شادی کے موقع پر مردوں اور خواتین کا ایک ہی ہال میں ہونا حرام ہے کہ جس میں ان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ ہو یعنی ان کے لیے دو الگ ہال ہونے چاہییں۔ اگر خواتین کا ستر کھلا ہو جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے تو پھر حرمت شدید ہے۔ اسی طرح دولہا کا اپنی دلہن کے پاس بیٹھنا جس کے آس پاس عورتیں ہوں جو محرم اور غیر محرم دونوں ہیں، حرام ہے، خاص کر جب خواتین باپردہ نہ ہوں، آج کل دلہن کے آس پاس موجود عورتیں زیادہ تر باپردہ نہیں ہوتیں۔

رہی بات یہ کہنے کی کہ اب یہ برائی بہت عام ہو گئی ہے تو اس سے حرام حلال نہیں ہو جاتا، اور یہ بات شرع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مسترد ہے۔ ایسی احادیث موجود ہیں جو مصیبت کے عام ہونے کے وقت اپنے دین پر سختی سے کاربند ہونے کی تاکید کرتی ہیں اور ایسا کرنا مٹھی میں گرم کوئلہ لینے والے کی طرح ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ»...." "لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر صبر کرنے والا گرم کوئلہ ہاتھ میں لینے والے کی طرح ہوگا"۔'

یوں دولہا کا اپنی دلہن کے پاس ایسے شادی ہال میں بیٹھنا حرام ہے جہاں مردوں اور خواتین میں اختلاط ہو، اسی طرح دولہا کا عورتوں کے ہال میں جا کر اپنی دلہن کے پاس بیٹھنا بھی حرام ہے جس کے پاس محرم اور غیر محرم خواتین ہوں، اگر ان میں ایسی خواتین بھی ہوں جو بے پردہ ہوں اور حالتِ تبرج میں ہوں تو پھر یہ حرمت مزید شدید ہے۔

تاہم اگر ہال میں صرف محرم خواتین ہوں تب دولہا کا اپنی دلہن کے پاس جا کر بیٹھنا اور اس کو زیور پہنا کر نکلنا جائز ہے، جس کے بعد دیگر نامحرم خواتین وہاں آئیں گی۔

بقیہ صفحہ 20 پر

افواج پاکستان کو صلیبی نہیں بلکہ خلیفہ راشد کی قیادت میں شام جانا چاہیے

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

آئی ایس پی آر کے ترجمان لفٹیننٹ جنرل عاصم باجوہ نے 22 نومبر 2015 کو فوج کے سربراہ کے واشنگٹن کے دورے کے اختتام پر پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ پاکستان اپنی افواج کو خطے سے باہر کسی مہم پر ہرگز نہیں بھیجے گا، انہوں نے کہا کہ "ہم اپنے خطے سے باہر کسی شراکت پر بات نہیں کر رہے ہیں" یہ اعلان اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جانب سے جمعہ 20 نومبر کو جاری ہونے والے بیان کے بعد آیا ہے جس میں تمام ممالک سے یہ کہا گیا کہ وہ عراق اور شام میں "دہشت گرد تنظیموں" اور "انتہاپسندوں" کی پناہ گاہوں کو ختم کرنے کے لئے ضروری اقدامات کریں۔

پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے کبھی بھی صلیبی امریکہ اور صلیبی بین الاقوامی برادری کو ان کے کسی بھی استعماری مفاد کو پورا کرنے کے لیے مایوس نہیں کیا، البتہ مسلمانوں کو ضرور ہمیشہ مایوس کیا اور مسلمانوں اور اسلام کی کسی ایک مسئلے میں کبھی بھی کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے پاکستان کی مسلمان فوج کو دنیا میں صلیبی مغرب کے استعماری مفادات کے حصول کے لیے کرائے کی فوج میں تبدیل کر دیا ہے۔ پہلے افغانستان سے سوویت یونین کی موجودگی کے خاتمے اور امریکی اثر ورسوخ کے قیام کے لئے فوج کی انٹیلی جنس قوت، آئی۔ایس۔آئی، کو قبائلی مسلمانوں کو منظم کرنے کے لئے استعمال کیا گیا اور آج اسی پاک فوج کی قوت کو قابض امریکی افواج کو قبائلی مسلمانوں کی مزاحمت سے بچانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ پاک فوج کو اقوام متحدہ کی قیادت میں دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مزید سازشوں کو کامیاب کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے تاکہ ان خطوں میں استعماری بالادستی کی حفاظت کی جائے۔

> کیا اس بار سیاسی اور فوجی قیادت میں موجود غدار امریکہ اور اس کے صلیبی اتحاد کو مایوس کریں گے اور اپنی عادت کے برخلاف کفار کے مفادات کے لیے فوج مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے

کیا اس بار سیاسی اور فوجی قیادت میں موجود غدار امریکہ اور اس کے صلیبی اتحاد کو مایوس کریں گے اور اپنی عادت کے برخلاف کفار کے مفادات کے لیے فوج مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے شام بھیجنے سے انکار کر دیں گے؟! یا یہ کہ باجوہ کے بیان کا مقصد رائے عامہ کی نبض کو دیکھنا ہے اور اس ماحول کو بنانے کے لئے ایک تمہید اور حکومتی تیاری کا حصہ ہے تاکہ پاک فوج کو ایک بار پھر امریکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شام بھیجا جائے؟!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ – ودابق قرية قرب حلب–، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ، مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا، قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا، وَاللهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا، فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ، أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ، وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ، لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا... »**"

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک روم (مغرب) 'عماق' یا 'دابق' میں نہیں اترے گا (دابق حلب کے قریب ایک گاوں ہے)۔ تو شہر سے ایک فوج ان کے خلاف نکل آئے گی، جو کہ اس وقت اہل زمین میں سب سے بہترین لوگ ہوں گے۔ جب وہ صف بندی کریں گے تو رومی ان سے کہیں گے: ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاو جنہوں نے ہمیں گالی دی ہے (یا ہمارے لوگوں کو قیدی بنایا ہے) ہمیں ان سے قتال کرنے دو۔ مسلمان کہیں گے: نہیں، اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے۔ تو وہ ان سے قتال کریں گے، ان میں سے ایک تھائی پسائی اختیار کریں گے جن کی توبہ اللہ کبھی بھی قبول نہیں کرے گا، ایک تہائی قتل

ہوں گے جو کہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہداء ہوں گے ،ایک تہائی کو اللہ فتح یاب کرے گا جن کو پھر کسی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔۔۔"(صحیح مسلم)۔

اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں فرمائیں گے جو شام کی مبارک سرزمین پر روم (مغرب) کے خلاف معرکے سے پیچھے ہٹیں گے، تو پھر جو لوگ وہاں روئے زمین کے بہترین سپاہیوں کے خلاف لڑیں گے ان کا کیا ہو گا؟! یقیناً یہ بہت بڑا جرم ہو گا جس پر اللہ کا غضب نازل ہو گا اور ان کے خلاف لڑنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو گی! اسی لیے ہم سیاسی وفوجی قیادت میں موجود غداروں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک بار پھر غداری کرنے سے خبردار کرتے ہیں کہ ہماری افواج کو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام پر شام بھیجنے کا سوچیں بھی نہیں جبکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ وہ ہماری افواج کو "دہشت گردی" سے لڑنے کے لئے نہیں، جو کہ خود مغرب کی شیطانی تخلیق ہے، بلکہ ہماری فوج کو روئے زمین کے سب سے بہترین سپاہیوں کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجیں گے، اور یہ وہ مخلص لوگ ہیں جو شام کی سرزمین پر اس کی تحریک کو جس کا نعرہ الأمة تريد خلافة من جديد "امت ایک بار پھر خلافت چاہتی ہے "کو ناکام بنانے کے لیے یکجا ہونے والی بدی کی عالمی قوتوں سے برسرپیکار ہیں۔

اے پاک فوج کے مخلص افسران! اہل شام، جن میں سے اہل فلسطین بھی شامل ہیں، تمہیں کئی بار پکار چکے ہیں کہ تم امریکہ اور یہودی وجود کے خلاف ان کی مدد کرو مگر تم نے اپنی قیادت میں موجود بزدلوں کی وجہ سے ان کی مدد نہیں کی جنہوں نے تمہارے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی ہیں۔

اس لیے ان بیڑیوں کو لازمی توڑ ڈالوں، غداروں کو ہٹا دو اور حزب التحریر کو پاکستان میں نبوت کے طرز پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کرو۔ تب ہی خلیفہ راشد اہل شام کی مدد کے لیے تمہاری قیادت کرے گا، اور تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو کہیں گے: **"وَاللهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا"** "اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے"۔ پھر تم شام کے سرکش کا خاتمہ کرو گے، یہود سے قتال کرو گے، مسجد اقصیٰ کو آزاد کرو گے اور خلیفہ راشد کی امامت میں وہاں نماز پڑھو گے۔ اللہ کی قسم اگر تم نے یہ کیا تو دنیا میں سرخرو اور آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے، تمہارا شمار **أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ** "اللہ کے نزدیک بہترین شہداء" میں ہو گا، یا ان لوگوں میں جن کو اللہ فتح یاب کرے گا اور ان کی **لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا** "پھر کبھی آزمائش نہیں" کرے گا۔ اور ہمیں تم پر بھرپور اعتماد ہے کہ تم، اس اللہ کی مدد سے جس نے تن تنہا احزاب (گروہوں) کو شکست دی، اس پر قادر اور اس کے اہل ہو، تو پھر کیا وہ وقت نہیں آگیا ہے؟

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

بقیہ صفحہ 33 سے

کوئی ایسا گناہ رہ نہیں گیا جو اس حکومت نے نہ کیا ہو۔ اس حکومت نے کوئی ایسی حرمت نہیں چھوڑی جس کی بے حرمتی نہ کی گئی ہو۔ اس حکومت نے اسلام اور اس کی بنیاد پر حکمرانی کو دیوار پر دے مارا ہے، اس حکومت نے پاکستان اور قریب اور دور کے تمام مسلمانوں سے دستبرداری اختیار کر لی ہے اور اب صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ وہ مساجد کے میناروں پر پابندی لگا دے۔ یہ بدترین صورتحال آپ سب سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ اس حکومت کو ختم کر کے اس کی جگہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر خلافت کے قیام کیے لئے کام کریں اور اس مسئلہ کو اہم ترین مسئلہ بنا دیں اور اس کے لئے اپنے جان و مال تک کو قربان کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہم آپ سب کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ حزب التحریر کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر کھڑے ہوں، اسے نصرۃ فراہم کریں یہاں تک کہ حق غالب آجائے اور باطل پاش پاش ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **خِيَارُ أَئِمَّتِكُمْ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمْ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ** "تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں، اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، تم ان کے لئے بددعا کرو اور وہ تمہارے لئے بددعا کریں" (مسلم)۔

شام میں تازہ ترین پیش رفت اور کیا پیرس حملوں کا اس سے کوئی تعلق ہے؟

سوال:

شام کی فضائی حدودو، خاص کر شام پر روس کے وحشیانہ حملے کے بعد، امریکی،روسی، شامی اور دیگر ممالک کے طیاروں کے لیے عسکری میدان بن گئی ہے، جبکہ زمین پر عسکری چپقلش اس کے علاوہ ہے۔۔۔ساتھ ساتھ سیاسی بات چیت ویانا-ا، ویانا- 2اور ویانا-3 میں بھی تیزی آگئی ۔۔۔میرا سوال یہ ہے کہ ان طیاروں کے درمیان شام کی فضائی حدود میں تصادم کیوں نہیں ہورہاحالانکہ یہ مختلف ممالک کے طیارے ہیں؟ پھر یہ کہ اس عسکری پیش رفت کے ساتھ سیاسی پیش رفت میں تیزی کیوں آگئی؟ آخر میں شام کے مسئلہ کا متوقع حل کیا ہے؟اس کے ساتھ کیا13 نومبر2015 جمعہ کے دن ہونے والا پیرس حملہ ، جو کہ 14 نومبر 2015 کو شروع ہونے والی ویانا بات چیت سے چند گھنٹے قبل پیش آیا، شام کے بارے میں متوقع حل پر اثر انداز ہو گا؟ یا اس واقع کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں؟ کیادونوں کاایک ساتھ ہونااتفاق تھا؟ مجھے جواب کی امید ہے مگر سیاسی تجزیہ میں زیادہ گہرائی میں جائے بغیر، بلکہ سادہ اور آسان فہم تاکہ عام لوگوں کے لیے سمجھناآسان ہواوراللہ آپ کو بہترین جزادے۔

جواب:

میں وہاں سے شروع کروں گا جہاں آپ نے سوال کا اختتام کیاہے۔اگرجواب کے سادہ ہونے کا مقصداس کا واضح ہونا ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہ ہو، تو یہ ہمارے لٹریچر کا امتیاز ہے چاہے وہ پمفلٹ ہوں یا بیان یا پھر سوال کا جواب۔۔۔اگر سادہ ہونے سے مقصد یہ ہے کہ مسائل کے سیاق وسباق کو پیش نظر نہ رکھا جائے، اس کی حقیقت اور اسباب کو بیان نہ کیا جائے، تو سیاسی بحرانوں میں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ جواب ان حقائق پر مبنی ہونا چاہیے جن سے اس کے درست اور صحیح ہونے کا غالب گمان پیدا ہو۔اور ایسا تب تک نہیں ہو سکتا جب تک صورت حال کو اچھی طرح سمجھا نہ جائے، اس کے محرکات، اسباب اور متعلقہ دلائل کو پڑھا نہ جائے۔۔۔ورنہ جواب سطحی اور ذاتی خواہشات پر مبنی ہو گا، اور ہم اپنے لٹریچر میں اس سے اجتناب کرتے ہیں، بلکہ ہم اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ جواب درست اور ممکن حد تک سیدھا ہو۔امید ہے کہ آپ اس جواب کو پڑھ کر ہماری رائے کی صداقت اور درستگی کو سمجھ جائیں گے انشاءاللہ۔آپ کے سوال کے فروعات کا جواب یہ ہے:

> اور یہ دعوی کیا کہ اسلام شہریوں کو مارنے پر ابھارتا ہے حالانکہ یہ بات حقائق سے ثابت ہے کہ پرامن شہریوں کو نشانہ بنانا اسلام کی نظر میں غیر شرعی

اول: عدم تصادم کا موضوع:

جی ہاں شام میں ہوائی حملے کرنے والے ممالک کے نام تو مختلف ہیں لیکن شام کے بحران کے موضوع پر ایک ہی جھنڈے کے نیچے اور ایک ہی مقصد کے لئے اکٹھے ہیں، یہاں تک کہ ان کی صف بندی بھی ایک سی ہے جس کی تفصیلات یہ ہیں:

1۔ جہاں تک شام میں حکومت کا معاملہ ہے وہ بشار کے باپ کے زمانے سے مخلص امریکی ایجنٹ ہے۔وہ امریکی مفادات اور یہودی ریاست کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔۔۔حافظ الاسد کی جانب سے گولان کی پہاڑیوں سے پسپائی اور اس کو یہود کے حوالے کرنا، پھر چالیس سال سے اس کو یہود کے لیے محفوظ علاقہ بنائے رکھنا، 1991 میں خلیج کی دوسری جنگ میں اس حکومت کا امریکی اتحاد میں شامل ہونا،اس کے بعد خطے میں امریکی سازشوں اور مذاکرات میں امریکہ کا آلہ کار بننا اور امریکی پالیسیوں کے سامنے مکمل سرنگوں ہونا۔۔۔ان سب باتوں کی وجہ سے شامی لوگوں پر حکومتی طیاروں کی بمباری امریکی پالیسی کے ضمن میں ہے اسی لیے امریکی طیارے حکومتی طیاروں کے قریب نہیں آتے، بلکہ ان خطوط پر رہتے ہوئے اپنا کام کر رہے ہیں جو ان کے لیے کھینچی گئی ہیں۔اور جو کچھ گزشتہ سال امریکی عسکری اتحادیوں کی جانب سے شام کے خلاف آپریشن شروع ہونے کے بعد شائع ہوا، اس کے مطابق شامی

حکومت کو تمام آپریشنز سے پہلے سے آگاہ کیا گیا تھا، لہٰذا ان باتوں کو بیان کرنے کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔

2۔ جہاں تک شام پر روسی حملے کی بات ہے، تو یہ بھی امریکہ کے ساتھ معاہدے کے نتیجے میں ہے اور طرفین کے طیاروں کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہے۔ ہم نے اپنے 11 اکتوبر 2015 کے بیان میں اس کی وضاحت کی ہے جو اس موضوع پر تھا، اور میں اس میں سے کچھ متعلقہ باتیں آپ کے لیے نقل کرتا ہوں: " یہ صورتحال امریکہ کے لئے تباہ کن تھی کیونکہ اب تک امریکہ یہ ظاہر کرتا آیا تھا کہ وہ انقلابیوں کے ساتھ ہے اور اب انہی کے خلاف اعلانیہ لڑنا مشکل تھا۔ انقلابیوں نے حکومت کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ وہ کسی بھی وقت گر سکتی تھی لیکن امریکہ کا متبادل ابھی تک تیار نہیں تھا۔ اور یہیں سے روسی مداخلت کی صورت میں آگ اور خون کا گندا کھیل شروع کیا گیا۔ روس کا کام کھل کر حکومت کی مدد کرنا اور کھل کر انقلابیوں کے خلاف لڑنا ہے کیونکہ اس کے نزدیک ان کے خلاف لڑنے کا اس کے پاس جواز موجود ہے۔ شامی حکومت بھی امریکہ کے حکم پر روس کو بلانے پر تیار تھی اور ایسا ہی ہوا۔۔۔ روس امریکہ کی مرضی سے اور اس کے مفاد میں شام میں یہ شر انگیز اور گندا کردار ادا کرنے پر تیار ہوا!

۔۔۔ فضاء سے روسی طیاروں کی بمباری، سمندر سے حملے، حتیٰ کہ شام کے اڈوں سے زمینی حملے اور روسی ماہرین کی آمد سب کچھ امریکہ کے ساتھ ساز باز کا نتیجہ ہے۔۔۔ ہر عقل رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ اگر دو ملکوں کے جنگی ہوائی جہاز ایک ہی ملک کی فضاؤں میں اکٹھے اُڑ رہے ہوں تو یہ یا تو ان کے درمیان دوستی اور افہام و تفہیم سے ہی ممکن ہے یا پھر ان دونوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہو اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ اس صورت میں ان کے درمیان تصادم ہو گا اور وہ ایک دوسرے پر میزائل فائر کریں گے جیسا کہ کسی بھی جنگ میں ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ دونوں دوست ہیں اور ان کے درمیان ایک ہی ہدف کے لیے فضاء میں اڑنے کے بارے میں سودا بازی ہو چکی ہے۔ دونوں اطراف کے بیانات یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ سودا بازی اور ساز باز کر چکے ہیں۔ روسی وزارت خارجہ نے اپنے ایک بیان میں ، جس کو اس نے جمعرات 8 اکتوبر 2015 کو اپنی ویب سائٹ پر جاری کیا کہا کہ "اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے اختتام کے موقع پر صدر پوٹین اور ان کے امریکی ہم منصب اوباما کے درمیان ہونے والی ملاقات میں دونوں صدور کی طرف سے اختیار ملنے پر دونوں وزرائے خارجہ نے شام کی صورتحال کو ٹھیک کرنے کے لئے مختلف طریقوں پر گفت و شنید کو مکمل کرنے کی کوشش کی، جس میں شام کی فضاء میں کسی بھی تصادم سے اجتناب کی ضرورت بھی شامل ہے، اسی طرح شام میں 30 جون 2012 کو جنیوا- 1 اعلامیہ کے مطابق سیاسی حل کے عمل کو مضبوط کرنا بھی شامل تھا"۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ " اس کے علاوہ یوکرائن کے حوالے سے منسلک معاہدے پر عمل درآمد کرنے کے لئے اٹھائے جانے والے اقدامات پر غور کیا گیا جس پر 12 فروری کو دستخط کیے گئے تھے۔۔۔" (الحیاۃ: بدھ 7 اکتوبر 2015)۔ ختم شد۔

اور میں یہ اضافہ کرتا ہوں:

ا۔ 30 ستمبر 2015 کو شام پر روسی جارحیت سے پہلے 29 ستمبر 2015 کو اوباما اور پوٹین کے درمیان نوے منٹ کی براہ راست ملاقات ہوئی۔۔۔ جس کے پہلے حصے میں یوکرائن کے بحران پر بات ہوئی اور دوسرے حصے میں شام کی صورت حال موضوع بحث رہی۔ اس ملاقات کے نتائج فوراً ظاہر ہوئے اور "30 ستمبر 2015 کو روسی پارلیمنٹ نے پوٹین کی درخواست پر شام میں روسی فضائیہ کو استعمال کرنے کی اجازت دی "۔(رشیا ٹوڈے 2015/9/30)۔۔۔

ب۔ حتی کہ وہ ٹھکانے جن پر روس بمباری کر رہا تھا جن میں سے بیشتر پر حملے کے بارے میں امریکہ کے ساتھ معاہدہ ہوا، کے متعلق سی این این نے 4 اکتوبر 2015 کو خبر دی کہ "روسی عسکری قیادت کے عہدہ دار جنرل اندری کارتابولوف نے ہفتہ 3 اکتوبر 2015 کی شام کہا کہ شام میں وہ علاقے جن کو روسی فضائیہ نے نشانہ بنایا ہے ان کے متعلق امریکی عسکری قیادت کی جانب سے نشاندہی پہلے سے ہی ماسکو کے لیے کی گئی تھی کہ صرف یہ علاقے دہشت گردوں کی پناہ گاہیں ہیں۔ روسی نیوز ایجنسی تاس کے مطابق عہدہ دار نے مزید کہا: "امریکہ نے مشترکہ رابطوں کے ذریعے ہمیں بتا دیا کہ ان علاقوں میں دہشت گردوں کے علاوہ کوئی نہیں""۔

ج۔ شام کی فضاؤں میں روسی اور امریکی جنگی جہازوں کے درمیان مضبوط ہم آہنگی کو مشقوں کا نام دیا گیا: "امریکی وزارت دفاع پینٹاگون نے منگل 3 نومبر 2015 کو اعلان کیا کہ امریکہ اور روس نے شام کی فضاء میں آپریشن کے دوران کسی بھی قسم کے

حوادث سے بچنے کے لیے اپنے پائلٹوں کے لیے ایک کامیاب طریقہ کار کا تجربہ کر لیا ہے۔پینٹا گون کے ترجمان جیف ڈیوس نے کہا کہ امریکی جنگی طیاروں نے منگل کو مواصلاتی رابطے کا تجربہ کیا جو کہ شام کی فضائی حدود میں روسی جنگی طیاروں کے ساتھ مل کر تیار کیا گیا تھا اور یہ بھی بتایا گیا کہ یہ تجربہ "تین منٹ" تک جاری رہا اور اس نے "اپنا ہدف" حاصل کر لیا۔۔۔دوسری طرف روسی نیوز ایجنسی نے روسی فوجی جنرل کے حوالے سے کہا کہ روسی اور امریکی فوج نے منگل کے دن شام کی فضائی حدود میں مشترکہ مشقیں کی ہیں"۔(العربیہ نیٹ 2015/11/3)۔

اس لیے امریکی اور روسی طیارے شام کی فضائی حدود میں ہر طرف سے محفوظ ہو کر اڑ رہے ہیں: امریکی فضائیہ سرکش بشار کی حکومت کے علم میں لا کر شام پر بمباری کر رہی ہیں اور روسی طیارے بھی بمباری بشار حکومت کی مرضی سے کر رہے ہیں۔۔۔روسی فضائیہ امریکہ کے ساتھ معاہدے کی وجہ سے شام کی فضائی حدود میں محو پرواز ہے،امریکی فضائیہ اور روسی فضائیہ میں مکمل ہم آہنگی ہے۔۔۔اس لیے کہیں بھی تصادم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ شام کی فضائی حدود میں پرواز کرنے والے آپس میں اتحادی ہیں، اور وہ سب اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بنانے پر متفق ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ "اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں بھٹکے جا رہے ہیں"(التوبۃ:30)۔ اگر ان کے درمیان ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے تو پھر تصادم ہو سکتا ہے۔

دوسرا: عسکری کاروائیوں کے شانہ بشانہ سیاسی اقدامات:

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ شام میں حکومت امریکہ کی پیروکار ہے، امریکہ شام کو اپنے حلقہ اثر میں شامل سمجھتا ہے جو اس کے مفادات کے حصول میں کردار ادا کرتا ہے ،اور وہ اب یہ جانتا ہے کہ بشار گر چکا ہے یا گرنے کے قریب ہے اور اس کی حالت ایسی ہے کہ وہ امریکی مفادات کو پورا نہیں کر سکتا اس لیے امریکہ اس کی جگہ متبادل ایجنٹ کی تلاش میں ہے جو اس کا جانشین بنے،لیکن امریکہ خوفزدہ ہے کہ اس کا جانشین ڈھونڈنے سے پہلے کہیں وہ گر نہ جائے۔۔۔اس لیے وہ مختلف اسالیب سے اس کو سہارا دے رہا ہے جن میں عسکری کاروائیاں بھی ہیں جس کے دو مقاصد ہیں :

پہلا: بشار کو سہارا دیا جائے تاکہ امریکہ کو متبادل ایجنٹ دستیاب ہونے تک وہ نہ گرے،تاکہ کوئی ایسا خلاء پیدا نہ ہو جو امریکی منشاء کے خلاف پورا ہو۔۔۔دوسرا: اہل شام کے اوپر دباو کو مسلسل جاری رکھا جائے تاکہ وہ قومی اتحاد، نام نہاد معتدل گروپوں اور بشار کے مددگاروں میں سے امریکی ساختہ متبادل کو قبول کر لیں۔

یہی وجہ ہے کہ امریکہ شام میں متنوع عسکری کاروائیوں کی قیادت کر رہا ہے، چاہے یہ ایران کے ذریعے ہو یا اس کی تنظیم اور ان کے معاونین کے ذریعے یا پھر حال ہی میں شروع ہونے والی روسی فوج کے ذریعے، سب اس پلڑے میں ڈالے جا رہے ہیں، یعنی پہلے درجے میں ایسی سیاسی فضاء بنائی جائے جس سے امریکہ کے مفادات پورے ہوں، روس کو اس پر عائد پابندیاں نرم کر کے اور یوکرائن کے موضوع پر راضی کیا جائے۔۔۔ یوں عسکری کاروائیاں سیاسی ماحول سازگار بنانے کے لیے بڑھائی جا رہی ہیں۔اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مشاہدہ کرنے سے یہ امر واضح طور پر نظر آتا ہے، کیونکہ عسکری کاروائیوں کے ساتھ ساتھ پے در پے اجلاس بھی ہو رہے ہیں:

23 اکتوبر 2015 کو پہلے چار(رباعی) رکنی (روس ،امریکہ ،سعودیہ اور ترکی) اجلاس ہوا۔ "روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے کہا" رباعی اجلاس میں شریک روس،امریکہ، سعودیہ اور ترکی نے ویانا میں جمعہ 23 اکتوبر کو شام میں سیاسی کاروائیوں کی بیرونی حمایت پر اتفاق کر لیا۔۔۔اس نے کہا کہ تمام وزراء نے ایک خود مختار، متحد، لبرل شام کی حفاظت کی ضرورت پر اتفاق کیا"۔۔۔ کیری نے ویانا میں وزراء کے اجلاس کو "تعمیری اور بارآور" قرار دیا۔ کیری نے کہا کہ طہران کو شام کے بحران کے حل کے بارے میں خصوصی مذاکرات میں شامل ہونے کی تجویز دی جا سکتی ہے، یہ بات بلومبرگ نیوز ایجنسی نے امریکی اہلکار کے حوالے سے کہی۔۔۔"(رشیا ٹوڈے 2015/10/23)۔

۔29 اکتوبر 2015 کی شام رباعی(چار کا) اجلاس کا دوسرا دور شروع ہوا، "یہ اجلاس جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات 30 اکتوبر 2015 کو ویانا میں اختتام پذیر ہوا۔رباعی اجلاس میں سعودی، ترکی، روسی اور امریکی وزرائے خارجہ نے اس سیاسی حل کی راہ ہموار کرنے پر توجہ مرکوز کی جس سے شام کے بحران کا خاتمہ ہو سکے۔ اجلاس کے بعد چاروں وزراء میں سے کسی نے بھی ذرائع ابلاغ سے کوئی بات نہیں کی۔۔۔امریکی سیکریٹری خارجہ جان کیری نے اپنے ایرانی ہم منصب محمد جواد ظریفی سے ملاقات کی، پھر کہا کہ ویانا مذاکرات سے کسی فوری سیاسی حل تک نہیں پہنچا جا سکتا، تاہم یہ شام کو جہنم بننے سے بچانے کا اچھا موقع ہو سکتا ہے"(العربیہ نیٹ 2015/10/29)۔

یہاں یہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ اپنے اتحادیوں اور پیروکاروں روس، ترکی، سعودی عرب اور ایران سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ مجموعہ بنا کر امریکی منصوبوں کو آگے بڑھایا جائے تاکہ یورپ کو کوئی تشویش نہ ہو! ایران کو ملاقات کی دعوت دینے پر اصرار کیا: "امریکہ نے 27 اکتوبر 2015 کو اعلان کیا کہ اس نے ایران کو ویانا کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی ہے، اس کے فوراً بعد ایرانی وزارت خارجہ کی ترجمان مرضیہ افخم نے یہ

کہتے ہوئے اعلان کیا کہ: "ہمیں دعوت موصول ہو گئی ہے، یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ وزیر خارجہ مذاکرات میں شامل ہو گا"۔ (الشرق الاوسط 2015/10/28)۔ یہی نہیں بلکہ امریکہ نے پہلے اجلاسوں میں یورپ کو دور رکھنے کی کوشش کی تا کہ مذاکرات کے دوران شرارتوں سے جان چھڑائی جا سکے اسی لیے اپنے اتحادیوں اور پیروکاروں کو لے کر ہی مذاکرات شروع کیے۔ اور یہی عمل فرانس کی ناراضگی کا سبب بنا، جس کے رد عمل کے طور پر اس کے وزیر خارجہ کو 27 اکتوبر 2015 کو ایک عشائیے میں بلایا گیا۔ لیکن فابیوس نے کہا: "عشائیہ" وزارت خارجہ کے دفتر میں "شام کے بحران سے نمٹنے کے لیے فرانس کے دوستوں" کی موجودگی میں ہو گا۔ اور اس نے مزید کہا کہ شرکاء متحدہ شام میں اقتدار کی سیاسی منتقلی کے طریقوں پر بحث کریں گے، جس میں تمام قومی عناصر کا احترام ہو، وہ دہشت گردی کے خلاف ہماری جنگ کی بھی حمایت کریں گے۔ مگر امریکہ نے اس کو اہمیت نہیں دی اور جان کیری کی بجائے نائب سیکریٹری خارجہ ٹونی بلینکن کو بھیج دیا" (بی بی سی 2015/10/27)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانسیسی اجلاس ویانا مذاکرات میں اپنی سیٹ پکی کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اگر شامی پناہ گزینوں کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو امریکہ یورپ کو شام کے مسئلے سے دور رکھنے میں کامیاب ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا مگر پناہ گزینوں کا بحران یورپ کے قلب میں پہنچ گیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے یورپ کو یونان کا بحران بھلا دیا۔۔۔ گزشتہ چار مہینوں کے دوران یورپ میں میڈیا کی توجہ اس مسئلے پر مرکوز رہی، خاص کر برطانیہ اور فرانس میں، اور یہ مسئلہ اس قدر بڑھ گیا کہ یورپ خصوصاً فرانس اور برطانیہ کو بھی شام کے بحران کے حل میں شامل کیا گیا۔ شام کے مسئلے کے حل کے لئے ہونے والے اجلاسوں میں یورپ کی موجودگی لازمی ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ حقیقی بحث امریکہ اور اس کے اتحادی و پیروکاروں "روس، سعودیہ، ترکی اور ایران" کے درمیان ہی ہے۔

۔30 اکتوبر 2015 کو 17 ممالک کا اجتماع ہوا، جس میں یورپ اور بعض دوسرے ممالک نے شرکت کی۔۔۔ ان کے علاوہ اقوام متحدہ، یورپی یونین اور عرب لیگ کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔۔۔ مگر یہ بات سب جانتے تھے کہ ان ملاقاتوں کا بانی مبانی روح رواں امریکہ، اس کے اتحادی اور پیروکار ہیں!

> **یہ اندھا کینہ ہے اس کی آگ خلافت کے قیام سے پہلے نہیں بجھے گی، وہی ہر ظالم سے ہر مظلوم کا انتقام لے گی، تب خلافت کا نور پھیلے گا اور اس کی بھلائی**

اس ملاقات کے متعلق جو سب سے اہم بات رپورٹ کی گئی: "شام کے بحران کے حوالے سے ویانا میں ہونے والے تازہ ترین مذاکرات، جو آج صبح شروع ہوئے، اس میں تقریباً بیس ممالک نے شرکت کی۔۔۔ جن میں ایران بھی شامل ہے، تا کہ بحران کو ختم کرنے اور عبوری مرحلے کے ذریعے اسد کو فارغ کرنے کے لیے سیاسی حل تک پہنچا جائے۔۔ اس اجلاس میں امریکہ، روس، سعودیہ، ترکی، چین، برطانیہ، جرمنی، فرانس، اٹلی، لبنان، ایران، اردن، قطر، مصر، عمان، عراق اور امارات کے وفود شریک ہوئے، جبکہ اقوام متحدہ اور یورپی یونین کے وفود اس کے علاوہ ہیں۔ یہ شام کے حوالے سے وہ پہلے مذاکرات ہیں جس میں ایران شام کے بحران کو حل کرنے کی کوشش میں عالمی اور علاقائی قوتوں کے ساتھ شریک ہے" (الجزیرہ نیٹ 2015/10/30)۔ یہ اجتماع ایک لحاظ سے راضی کرنے کا اجتماع تھا خاص کر یورپ کے حوالے سے۔۔۔ اس میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ دو ہفتوں کے بعد اگلا اجلاس ہو گا۔

۔14 نومبر 2015 کو پھر اجلاس ہوا اور اس کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ: "اعلامیہ کہتا ہے کہ ویانا کنونشن میں 17 ممالک کے نمائندوں، بشمول یورپی یونین، اقوام متحدہ اور عرب لیگ، نے آنے والے چھ مہینوں کے اندر شام میں عبوری حکومت قائم کرنے اور اٹھارہ مہینوں میں انتخابات کرانے کے ٹائم فریم پر اتفاق کر لیا ہے باوجودیکہ کہ بشار کی رخصتی کے حوالے سے ان کے درمیان اختلافات برقرار رہے۔ ویانا بین الاقوامی اجلاس ہفتے کے دن امریکہ اور روس کی موجودگی میں پیرس حملوں کے فوراً بعد اور بشار کے انجام کے متعلق اختلافات کے سائے میں شامی بحران کے لیے سیاسی حل ڈھونڈنے کے لیے شروع ہوا تھا، جیسا کہ سفارتی ذرائع نے کہا ہے۔ یہ 15 دن کے اندر دوسرا بین الاقوامی اجتماع ہے، یہ پیرس حملوں کے چند گھنٹوں بعد ہوا جس میں 128 لوگ ہلاک ہوئے" (العربیۃ نیٹ 2015/11/14 ویانا-اے۔ایف۔پی)۔

"جرمن وزیر نے بھی کہا کہ "اگرچہ فی الحال امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی ہے مگر تمام متعلقہ پارٹیاں میز کے گرد جمع ہیں"۔۔۔ دوسری طرف کیری نے ویانا میں اپنے روسی ہم منصب سرگئی لاوروف اور شام کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی اسٹیفن ڈی میسٹورا

کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس میں کہا کہ : اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران نے شام میں جنگ بندی اور 18 مہینوں کے اندر انتخابات کے انعقاد کے حق میں قرار داد منظور کی ہے" (امارات ٹوڈے2015/11/14)۔

یوں عسکری کاروائیاں بھی جاری ہیں اور مذاکرات بھی جاری ہیں اور ان سب کا مقصد دو امریکی اہداف کو ممکن بنانا ہے جن کا ذکر ہم نے پہلے کیا:

پہلا: سرکش بشار کو سہارا دینا تاکہ دوسرا ایجنٹ ملنے تک یہ نہ گرے، اور اس خلاء کو پیدا ہونے سے روکنا جس کا بھرا جانا امریکی اندازوں کے بر خلاف ہو۔۔۔

دوسرا: شام کے باشندوں پر دباو کو جاری رکھا جائے تاکہ وہ قومی اتحاد، نام نہاد معتدل اپوزیشن اور بشار کے مدد گاروں میں سے امریکی ساختہ متبال کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

یقیناامریکہ شام میں شش وپنج میں مبتلا ہے، اسی لیے وہ متعدد اور رنگ برنگے متبادل تیار کرتا ہے جن کو کبھی قومی اتحاد اور کبھی قومی کونسل کا نام دیتا ہے جو اس کے پیروکار اور کاسہ لیس ہیں مگر ان لوگوں کو داخلی طور پر کوئی قبول نہیں کرتا۔۔۔یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی عسکری کاروائیوں میں اضافہ کرتا ہے چاہے وہ براہ راست اس کی جانب سے ہوں یا ایران اور ایرانی تنظیم کے ذریعے یا پھر حال ہی میں روس کے ذریعے ، یہ سب شام کے لوگوں پر دباو میں اضافہ کرنے کی کوشش کے طور پر ہے تاکہ وہ امریکی ساختہ لوگوں کو پرانے ایجنٹ بشار کی جگہ نئے متبادل کے طور پر قبول کر لیں۔

تیسرا: شام میں متوقع حل:

شام کی موجودہ صورت حال اور اس کے بین الاقوامی ،علاقائی اور مقامی متعلقات پر گہرائی سے نظر ڈالنے سے اس کے متوقع حل پر روشنی پڑتی ہے جو درج ذیل ہے:

1۔شام کی حکومت بشار اور اس سے پہلے اس کے باپ کے عہد سے امریکی ایجنٹ ہے ، یہ امر مزید تشریح کا محتاج نہیں۔۔۔

2۔استعماری کفار اپنے ایجنٹ کو کوڑے دان میں پھینک دیتے ہیں جب وہ کردار ادا کرنے اور ان کے مفادات کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہتے۔۔۔

3۔ساتھ ہی وہ پرانے ایجنٹ کی جگہ نئے ایجنٹ کو تلاش کرنے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔۔۔

4۔اور یہاں امریکہ پھنس گیا ہے کیونکہ اس نے جو بھی اتحاد اور متبادل تیار کیا وہ جادو گر کا مکر ثابت ہوا جو کبھی کام نہیں کرتا۔۔۔

5۔امریکہ موجودہ ایجنٹ کی جگہ متبادل ایجنٹ تیار کرنے میں ناکام رہا ہے اسی لیے متبادل ایجنٹ کی دستیابی سے قبل بشار کی ہلاکت کا خوف دامن گیر ہے کہ کہیں مسلمان اس خلاء کو پر نہ کر دیں۔۔۔

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ متوقع حل تین میں سے ایک ہے:

۔ امریکہ مذاکرات میں ٹال مٹول کو ہی جاری رکھے گا۔۔۔جنیوا1 – 2 – 3ویانا1 – 2 – 3 ۔۔۔ان جیسے مذاکرات کی مدت کو ایک یا دو مہینے کے بعد بڑھاتا رہے گا۔۔۔عبوری حکومت کو ایک یا دو سال کے لیے موخر کرے گا۔۔۔یوں لوگوں کے لیے قابل قبول متبادل کا انتظار کرتا رہے گا جو اس کے مفادات کو بھی پورا کرنے پر قادر ہو، ساتھ ہی بشار کو سہارا دینے کی کوشش کو بھی جاری رکھے گا تاکہ وہ وقت سے پہلے ہی ختم نہ ہو جائے، اور یہ شیطانی کوشش اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کرے گا، جیسے ایران، اس کی ملیشیا اور روس اور اس کے ہم نوا۔۔۔

۔بین الاقوامی قوت کی مدد سے یا اس کے بغیر ہی اپنے بنائے ہوئے اتحاد اور معتدل گروپوں میں سے حکمران مسلط کرے گا جو سیکولرازم کا اعلان کر کے اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ کریں گے۔

۔حکومت کی باگ ڈور اسلام کے مسکن شام کے اہل اور سچے لوگ سنبھال لیں گے، پھر استعماری کفار، ان کے پروردہ اور ان کی سیکولرازم کا سر کچل کر اسلام کی حکمرانی قائم کریں گے، یعنی خلافت راشدہ، جس سے اسلام اور اہل اسلام سرخ رو ہوں گے، کفر اور اہل کفر ذلیل ہوں گے اور ایسا ہی ہو گا جیسا کہ اللہ غالب و حکمت والا کہتا ہے:﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ "کہہ دو حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹنے والا ہی تھا"(الاسراء:81)۔

اہل شام اور ان کے سارے اسلامی بھائی اللہ کی مدد و نصرت سے سرزمین شام پر اسلام کی حکمرانی کے علاوہ ہر چیز کو روکیں گے، عقاب کے پرچم، محمد رسول اللہ کے پرچم کے علاوہ کسی دوسرے جھنڈے کو بلند ہونے نہیں دیں گے، پھر شام کی سرزمین کو ایجنٹوں اور استعمار کی نجاست سے پاک کر دیں گے۔

چوتھا: پیرس حملوں کا اثر اور ویانا کنونشن کے ساتھ اس کی زمانی مماثلت:

جہاں تک ویانا کنونشن کا فرانس کے دھماکوں کے ساتھ زمانی مماثلت کا تعلق ہے، تو جب ان دھماکوں کے چند گھنٹے بعد ہی کانفرنس شروع ہو گئی تو بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ یہ مماثلت مقصود تھی یا یہ کہ ان کا ویانا کانفرنس پر کوئی خاص اثر ہوا۔ امریکہ نے ان سے فائدہ اٹھا کر فرانس کو بشار حکومت کے خلاف جنگ کے مطالبے سے دستبردار ہونے اور بشار سے دور صرف نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ پر توجہ مرکوز کرنے پر قائل کیا تاکہ امریکہ کو متبادل ایجنٹ ملنے تک بشار اپنی جگہ برقرار رہے۔ فرانس اس سے پہلے اس بات پر امریکہ کی مخالفت کر رہا تھا کہ فضائی حملے حکومت کے

خلاف بالکل نہیں ہونے چاہیے بلکہ صرف نام نہاد دہشت گردوں کے خلاف ہونے چاہیے مگر اب فرانس بھی حکومت کی بجائے صرف نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ پر توجہ مرکوز کر رہا ہے۔اس صورتحال نے امریکہ کو شام میں شام کے لوگوں کی جانب سے خلافت کے قیام کے مطالبے کے برعکس اپنے بغل میں چھپائے سیکولر حل کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سازشوں کا جال بننے کا موقع دیا۔وہ یہ جال بن رہا ہے کیونکہ وہ متبادل ایجنٹ کی دستیابی اور سازشوں سے فارغ ہونے تک بشار کی بقاء چاہتا ہے اور اس مقصد کے حصول میں ایران اور اس کی تنظیم ، ان کے ہمنوا اور پیروکار اور اب روس بشار کو سہارا دے رہے ہیں جبکہ بشار کو فرانس سے موجود خطرہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

یہ تو ایک پہلو ہے جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اوباما نے ان حملوں سے انتخابات میں اپنی جمہوری حکومت کے تاثر کو بہتر کرنے کے لیے فائدہ اٹھایا، یہ دیکھا گیا کہ اوباما کے فرانس کی حمایت میں بیانات اور تنظیم اور دہشت گردی کے خلاف اقدامات بہت بڑھ چڑھ کر تھے !لگ رہا تھا کہ اوباما امریکی انتخابی مہم کی فضاء میں یہ دکھانا چاہتا ہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں دوٹوک موقف رکھتا ہے، اس کے مدمقابل ریپبلیکن جماعت کی جانب سے اوباما کی ڈیموکریٹک حکومت کے بارے میں یہ دعوی درست نہیں کہ وہ دہشت گردی سے سختی سے نہیں نمٹ رہی، اور یہ چیز انتخابات میں ڈیموکریٹس کے لیے رائے عامہ کو متاثر کرے گی۔اسی تناظر میں امریکی سیکریٹری خارجہ جان کیری نے جمعہ 13 نومبر 2015 کو تیونس میں اسی دن جس دن پیرس حملہ ہوا تھا، بیان میں کہا کہ:" داعش کے دن گنے جا چکے ہیں" یہ اس نے نام نہاد جہادی جون کو نشانہ بنانے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔اسی طرح امریکہ کا یہ کہنا کہ وہ الدولہ تنظیم کے خلاف شام میں قوتوں کی تربیت کر رہا ہے اور انہیں اس تنظیم کے خلاف کامیابیاں مل رہی ہیں، یہ بھی اسی پس منظر میں تھا۔

یہاں ایک بات انتہائی قابل توجہ ہے کہ مغرب نے پیرس حملوں کو اسلام کے خلاف "صف بندی" کے لیے بھرپور طریقے سے استعمال کیا، اور یہ دعوی کیا کہ اسلام شہریوں کو مارنے پر ابھارتا ہے حالانکہ یہ بات حقائق سے ثابت ہے کہ پرامن شہریوں کو نشانہ بنانا اسلام کی نظر میں غیر شرعی ہے۔اسلام نے اپنی پوری تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد سے لے کر ہمیشہ غیر مسلح پرامن شہریوں کو کبھی نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان کی حفاظت کی۔ اسلام نے تو اپنا دفاع کرنے سے عاجز غیر مسلح شہریوں کو بچانے اور ان کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔دشمن کے ساتھ جنگ کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ اسلامی فوج کو نصیحت کرتے تھے «وَلا تَقْتُلُوا امْرَأَةً، وَلا وَلِيدًا، وَلا شَيْخًا كَبِيرًا» "کسی عورت ، چھوٹے بچے اور کسی بوڑھے کو قتل مت کرو"، اور خلفائے راشدین بھی یہ وصیت کیا کرتے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے سربراہ سے کہا: وَإِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ أَقْوَامًا قَدْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي هَذِهِ الصَّوَامِعِ فَاتْرُكُوهُمْ وَمَا حَبَسُوا لَهُ أَنْفُسَهُمْ... وَلَا تَقْتُلُوا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا وَلِيدًا، وَلَا تُخْرِبُوا عُمْرَانًا" تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت خانوں میں بیٹھے ہوں گے ان کو مت چھیڑنا بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔کسی بوڑھے کو قتل مت کرنا، کسی عور اور بچے کو مت مارنا، آبادیوں کو تباہ مت کرنا۔۔۔"۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے سربراہ کو وصیت کرتے تھے : لَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا امْرَأَةً، وَلَا صَبِيًّا، وَلَا شَيْخًا"غلو مت کرو، دھوکہ مت دو، مثلہ مت کرو، عورتوں کو قتل مت کرو، بچوں اور بوڑھوں کو مت مارو۔۔۔"۔

مسلمان حالت جنگ میں بھی ایسے تھے، مسلمان شہسوار جب اپنے دشمن سے لڑتا اور دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تو اس حال میں اس کو قتل نہ کرتا بلکہ دشمن کی جانب سے تلوار اٹھانے کا انتظار کرتا تھا پھر مردوں کی طرح آمنے سامنے مقابلہ کرتا۔۔۔اسلام کے بارے میں یہ حقائق ناقابل تردید ہیں اور مغرب مسلمانوں کی تاریخ اور فتوحات سے اچھی طرح واقف ہے مگر پھر بھی واقعات سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف بندی کرتا ہے۔ یہ اندھا بغض اور کینہ ہے۔ جب وہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں چاہے وہ کتنے ہی بڑے بڑے جرائم کیوں نہ ہوں، تو اس کے لیے جواز اور بہانے تراشتے ہیں، مگر جب کوئی مسلمان یہ جرم کرتا ہے تو پوری مسلم کمیونٹی بلکہ پورے اسلام پر ہی حملہ آور ہو جاتے ہیں جیسا کہ کل بھی ہو رہا تھا اور آج بھی ہو رہا ہے۔۔۔یہ اندھا کینہ ہے اس کی آگ خلافت کے قیام سے پہلے نہیں بجھے گی، وہی ہر ظالم سے ہر مظلوم کا انتقام لے گی، تب خلافت کا نور پھیلے گا اور اس کی بھلائی عام ہو گی، صرف اسلامی دنیا میں نہیں بلکہ ہر سو اور اس دنیا کا ہر عقلمند اور زندہ شخص دیکھے گا۔۔۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ "اور اللہ ہی اپنے فیصلے میں غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے"(یوسف:21)۔

چھ صفرالخیر 1437 ہجری

بمطابق 18 نومبر 2015

حزب التحریر کو الدولہ تنظیم (داعش) سے جوڑنے کی خبیث اور گھٹیا کوششیں

تحریر: عثمان بخاش

ڈائریکٹر مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

دنیا میں رونما ہونے والے تشدد کے حالیہ واقعات اور مغربی ممالک کی جانب سے اپنے ماتحت ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان واقعات کو اسلام کی صورت کو مسخ کرنے کے لیے استعمال کرنا اور وہ عسکری حملے جن سے اسلامی علاقوں کی حرمت کو پامال کیا جانا خاص کر شام کی مبارک سرزمین، ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حزب التحریر اچھی طرح سے باخبر ہے کہ ایک سیاسی اکائی میں اسلام کو نافذ کرنے کی دعوت کو نشانہ بنانے کا وسیع تر ہدف نبوت کے طرز پر خلافت کے تصور کو بگاڑنا، اس کے قیام کی راہ میں حائل ہونا ہے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر خلافت کے مخلص داعیوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

حزب التحریر نے اپنی پریس ریلیز میں وضاحت کے ساتھ اعلانیہ طور پر کہا تھا کہ "حزب التحریر ایک علیحدہ سیاسی جماعت ہے جو کسی کی نمائندگی نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی اور اس کی نمائندگی کرتا ہے!"۔ یہ پریس ریلیز ہم نے 22 مارچ 2013 کو جاری کی تھی۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ ہمارا کسی بھی جماعت سے چاہے وہ کوئی بھی ہو کوئی تعلق نہیں، ہمارا کسی بھی جماعت سے کوئی تنظیمی تعلق نہیں، اور حزب کی کوئی اور شاخ یا شعبہ یا ذیلی تنظیم نہیں۔ حزب ہمیشہ صرف اپنے حقیقی نام سے ہی کام کرتی ہے، دوسرے ناموں اور پردوں کے پیچھے چھپنا ہمارے طریقہ کار کا حصہ ہی نہیں ہے۔ ہم نے کئی بار الدولہ تنظیم (داعش) کی جانب سے اعلان کردہ نام نہاد خلافت کے بارے میں اپنا موقف دیا کہ یہ غیر شرعی اور باطل ہے، یہ کئی اسباب کی بنا پر شرعی قواعد اور اصولوں پر مبنی نہیں، جن میں سے نمایاں یہ ہیں: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ الدولہ تنظیم کی صورت حال یہ ہے کہ وہ ایک عسکری تنظیم کے علاوہ کچھ نہیں اور یہ بھی دوسری دسیوں بلکہ سینکڑوں عسکری گروپوں کی طرح ایک گروپ ہے جو کسی بڑے علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یہ خلافت کے اعلان کے بعد بھی ایک مسلح تنظیم ہی ہے جیسا کہ اس اعلان سے پہلے تھی۔ دوسرا یہ کہ خلافت ایسی ریاست ہے جہاں خلیفہ امت سے شرعی طور پر بیعت لیتا ہے (یہ بیعت زبردستی طاقت کے زور پر نہیں لی جاسکتی بلکہ رضامندی سے رضاکارانہ طور پر دی جاتی ہے) اس شرط کے ساتھ کہ اس خلافت کی ریاست کے اندر تمام ریاستی اجزاء موجود ہوں تاکہ وہ رعایا کی دیکھ بھال کے لیے اسلام کے مکمل نفاذ کی صلاحیت رکھتی ہو اور ان کو داخلی امن اور خارجی دشمن سے تحفظ دینے کے قابل ہو۔

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس یہ یاددہانی کراتا ہے کہ:

1۔ بلاشک وشبہ حزب التحریر ایک ایسی سیاسی جماعت ہے جس کا نظریہ حیات (آئیڈیلوجی) اسلام ہے، لہٰذا سیاست اس کا کام ہے اور اسلام اس کا نظریہ حیات (آئیڈیولوجی) ہے۔ حزب کی بنیاد 1953 میں بیت المقدس میں جلیل القدر عالم دین علامہ تقی الدین النبہانی رحمۃاللہ نے رکھی تھی۔ پھر یہ جماعت تمام عالم اسلام میں پھیل گئی اور فطری طور پر یہ اپنے اراکین کے ذریعے مغرب میں بھی پہنچ گئی جہاں یہ اسلام کے نظریہ حیات (آئیڈیولوجی) کی وضاحت کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ حزب امت کے اندر اور امت کو اپنے ساتھ لے کر کام کرتی ہے، تاکہ امت اسلام کو اپنی موت و حیات کا مسئلہ سمجھے اور پھر وہ امت حزب کی قیادت میں نبوت کے طرز پر خلافت راشدہ کے قیام اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنے کے لئے کام کرے۔ حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے اور یہ کوئی مذہبی جماعت نہیں۔ یہ کوئی تعلیمی یا علمی جماعت بھی نہیں، نہ ہی کوئی خیراتی تنظیم ہے، نہ ہی کوئی مسلح جماعت ہے جو وسائل کو استعمال کرے یا مادی اعمال انجام دے۔

2۔ حزب التحریر کا مقصد و ہدف اسلامی طرز زندگی کا از سرِ نو احیاء اور اسلام کی دعوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس مقصد و ہدف کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک بار پھر دارالاسلام اور اسلامی معاشرے میں اسلامی زندگی گزارنے کے قابل بنایا جائے، جہاں زندگی کے تمام معاملات احکام شرعیہ کے مطابق رواں دواں ہوں، جہاں نقطہ نظر حلال اور حرام ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام نے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کے مطابق اسلامی ریاست کے قیام کو فرض قرار دیا ہے، جو کہ ریاست خلافت

ہے۔حزب التحریر روشن فکر کے ذریعے سیاسی وفکری جدوجہد سے کام لیتے ہوئے امت کو حقیقی معنوں میں ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

3۔ تبدیلی لانے کے لیے حزب التحریر کا طریقہ کار:
حزب نے شرع سے اپنے لیے طریقہ کار متعین کیا ہے جس پر وہ سختی سے کاربند ہے اور اس کے تین مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ: حزب کی فکر اور طریقہ پر یقین رکھنے والے افراد کی تیاری کے لیے تربیت کا مرحلہ تاکہ وہ مل کر ایک جماعت تیار کریں۔

دوسرا مرحلہ: امت کے ساتھ تعلق پیدا کرنے (تفاعل)کا مرحلہ تاکہ امت اسلام کی علمبردار بن جائے، اس کو اپنی موت وحیات کا مسئلہ سمجھے، اس کو کارزار حیات میں فرد کے اندر، معاشرے کے اندر اور ریاست میں عملی جامہ پہنانے کے لیے جدوجہد شروع کرے اور ساتھ ہی اہل قوت وطاقت سے زمام اقتدار حوالے کرنے کے لیے نصرۃ طلب کرے۔

تیسرا مرحلہ: اسلامی دنیا میں اقتدار کی باگ ڈور سنبھالنے کا مرحلہ، اسلام کو مکمل اور کامل طور پر نافذ کر کے اس کو ایک پیغام کے طور پر اقوام عالم کے سامنے رکھنے کا مرحلہ۔

یہی وجہ ہے کہ حزب التحریر اپنے ہدف کے حصول کے لیے کسی بھی ملک میں تشدد کا راستہ نہیں اپناتی ہے۔ 1953 میں حزب کے قیام کے وقت سے آج تک یہ اس کا طرہ امتیاز رہا ہے اور تاریخ اس پر گواہ ہے۔

حزب کھری بات کرتی ہے اور اپنے افکار وآراء کو پیش کرنے میں چیلنج کرنے کا انداز اختیار کرتی ہے، چاہے استعماری کافر ممالک کے خلاف جدوجہد ہو یا اسلامی دنیا میں حکمرانوں کے خلاف جدوجہد ہو۔ حزب ان سب کو چیلنج کرتی ہے جو اسلام اور اس کے احکام کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ باور کراتی ہے کہ صرف اسلام ہی پوری انسانیت کے تمام مسائل کا درست اور حقیقی حل پیش کرتا ہے۔

دنیا کے طول وعرض میں حزب حزب کے اہداف اور سرگرمیوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے ہماری ویب سائٹس اور نشرواشاعت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جو کہ ہمارے اس سائٹ پر بھی موجود ہیں: www.hizb-ut-tahrir.info . کسی بھی اضافی معلومات کے حصول کے لیے دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں ہمارے ترجمان اور نمائندگان سے رابطہ کرنے میں تردد مت کریں۔

بقیہ صفحہ 32 سے

انہوں نے اپنا ہر حربہ استعمال کیا، اس نے اپنی استعماری ذہنیت سے نکلنے والے ہر اسلوب اور حربے کو استعمال کیا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اپنے تمام ایجنٹوں اور کرائے کے سپاہیوں کا لاؤ لشکر تیار کیا، حتی کہ وہ صاف ستھری اور سچی بات سے بھی خوفزدہ ہے، پریشان ہے اور اس کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ اس لیے اپنی ایجنسیوں کے ذریعے اس قسم کے صلیبی حملے شروع کر دیے اور انہی خونخوار صلیبی حملوں کے ذریعے ایک سچے پیج کو بند کروادیا، اور اس کی آواز کو بند کرنے کی کوشش کی۔ مگر یہ کہاں ان کے بس میں ہے کہ وہ اللہ کے نور کو بجھادیں، وہ کہاں حق کی آواز کو خاموش کر سکتے ہیں؟!

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ * هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

"یہ اپنے پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اس کا انکار کر کے اپنے نور کو مکمل کرنا چاہتا ہے چاہے یہ کافروں کو پسند نہ ہو، وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے چاہے یہ مشرکوں کو ناگوار گزرے" (التوبۃ: 33-32)۔

حزب التحریر کی ویب سائٹس پر شدید صلیبی حملے
فیس بک پر حزب التحریر کے امیر کے پیج کو بھی بند کر دیا گیا

تحریر: عثمان بخاش

ڈائریکٹر مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

جمعہ کے شام 13 نومبر 2015 کو فرانس کے دار الحکومت پیرس میں منظم مسلح حملے کیے گئے جس میں فائرنگ، دھماکہ اور یرغمال بنانے کے واقعات شامل ہیں، اور اس کے بعد سے الدولۃ تنظیم کی ویب سائٹس کے خلاف عالمی مہم کا اعلان کیا گیا۔ اس مہم کے دوران حزب التحریر کے امیر کے پیج کو بھی بند کر دیا گیا؛ جبکہ حزب ایک عالمی سیاسی اسلامی جماعت ہے اور خلافت کے قیام کے لئے مسلح کاروائیاں نہیں کرتی کیونکہ یہ طریقہ شریعت سے ثابت شدہ نہیں ہے۔ اس کی ویب سائٹس کو اس فہرست میں شامل رکھا گیا جن کو ہدف بنانا مقصود تھا۔ باوجود اس کے کہ حزب التحریر نے کئی بار الدولۃ تنظیم کے طریقہ کار کو مسترد کیا ہے اور حزب کا اس کے ساتھ کسی قسم کا تنظیمی رابطہ بھی نہیں مگر پھر بھی بعض بین الاقوامی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی اعلانیہ جنگ میں حزب التحریر کے خلاف بھی جنگ کرتے ہیں۔

منگل یکم دسمبر 2015 کو فیس بک نے دن چار بجے جلیل القدر عالم دین حزب التحریر کے امیر عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کے پیج کو بند کر دیا، جبکہ یہ پیج بڑا ہر دل عزیز اور متحرک تھا۔ ہر روز اس پیج کے ذریعے لوگوں کے ساتھ زبردست روابط ہوتے تھے، چاہے امیر حزب کے علم اور رائے کی پختگی پر اعتماد کرتے ہوئے بہت سارے مختلف سیاسی، فکری اور فقہی سوالات کا بھیجا جانا ہو یا نہیں پسند کرنے اور ان پر تبصرہ کرنے کے لحاظ سے ہو۔ اس صفحے کو پسند کرنے والوں کی تعداد 263500 سے تجاوز کر گئی تھی اور اس حقیقت کی وجہ سے ظالموں کی نیندیں حرام ہوئیں اور اسلام اور اس کے داعیوں کے خلاف ان کا بغض اور کینہ ابلنے لگا اس لیے پیج کے خلاف خونخوار قسم کے منفی نوٹیفیکیشنز کے ذریعے سے منظم حملہ شروع کیا گیا اور یہ سلسلہ دس دن تک مسلسل چلتا رہا۔

یاد رہے کہ ہم نے فیس بک کی انتظامیہ کو خط لکھ کر پیج کو بند کرنے پر اعتراض بھی کیا اور ان سے یہ بھی کہا کہ پیج کو بند کرنے کا کوئی واضح سبب آپ نے ہمیں نہیں بتایا مگر فیس بک انتظامیہ نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا، بلکہ پیج کو بند کرنے پر ہی اصرار کیا! جو اس بات کی دلیل ہے کہ پیج کو بند کروانے کے لیے دباؤ ڈالا گیا تھا، لہٰذا اس پیج کو بند کرنے کا سبب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔

اس صاف ستھرے پیج کو بند کرنا اسلام دشمن صلیبی کفار کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا حصہ ہے کیونکہ یہ پیج اسلام کو صاف شفاف طریقے سے اسی طرح پیش کر رہا تھا جس طرح اسلام محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اسی طرح یہ پیج واضح اور سچی سیاسی آراء کے ذریعے مسلمانوں کی درست راہنمائی کر رہا تھا تاکہ وہ جان سکیں کہ کون ان کا دوست ہے جو ان کے لیے کام کرتا ہے اور وہ اپنے اس دشمن کو بھی پہچان سکیں جو دن رات ان کے خلاف سازش کر رہا ہے۔

کافر مغرب اس پاک صاف دعوت کے خلاف اس غلط فہمی میں سازشیں کر رہا ہے کہ وہ اس کے نور کو بجھانے یا اس کے اور لوگوں کے درمیان حائل ہونے میں کامیاب ہو جائے گا، جبکہ یہ دعوت اس کی نیندیں حرام کر چکی ہے اور ان کی چولیں ہلا چکی ہے، ان کو ششدر کر چکی ہے۔

بقیہ صفحہ 31 پر

حکومت کا زوال نئی گہرائیوں کو چھو رہا ہے

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

پاکستانی میڈیا نے 27 نومبر 2015 کو یہ خبر نشر کی کہ کاونٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ (سی۔ٹی۔ڈی) نے مبینہ طور پر گلشن اقبال، کراچی سے حزب التحریر کراچی کے سربراہ سہام قمر کو گرفتار کر لیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ لاہور میں سی۔ٹی۔ڈی اور انٹیلی جنس اداروں کی مشترکہ کاروائی میں حزب کے سات اراکین کو گرفتار کیا گیا ہے۔ سی ٹی ڈی آپریشن انچارج ایس ایس پی چیف عثمان باجوہ نے سہام قمر کی گرفتاری سے متعلق کہا کہ وہ "اہم تعلیمی اداروں اور دیگر اہم اداروں سے منسلک افراد کو ملکی قوانین اور حکومتی نظام کے خلاف اکسا رہا تھا"۔

سہام کو ایک مہینہ قبل 27 اکتوبر کو اغوا کیا گیا تھا اور اس تمام عرصے کے دوران وہ حکومت کی مجرم ایجنسیوں کی قید میں رہا۔ ہم اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے بھائی کی گرفتاری کو ظاہر کر دیا گیا کیونکہ ان ایجنسیوں نے یہ طریقہ کار اپنایا ہوا ہے کہ امت سے مخلص افراد کو منظر سے ہٹا دیا جائے جیسا کہ اب تک پاکستان میں حزب التحریر کے ترجمان نوید بٹ منظر سے غائب ہیں جنہیں انہی ایجنسیوں نے تقریباً ساڑھے تین سال قبل اغوا کیا تھا اور اب تک ان ایجنسیوں نے ان کی گرفتاری کو قبول نہیں کیا ہے اور مسلسل عدالتوں میں آکر جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیا اس جنگل کے قانون کے خلاف لوگوں کو اکسانا جرم ہے؟ اگر یہ حکومت کچھ لمحوں کے لئے اپنے ہوش و حواس میں آ جائے تو اسے یہ احساس ہو جائے گا کہ اس کی اپنی جابرانہ پالیسیاں لوگوں کو اس کے خلاف اکسانے کے لئے کافی ہیں جو اس کے انتہائی ظالمانہ رویے کو برداشت نہیں کر سکتے اور اس طرح راحیل-نواز حکومت بذات خود اس بات کی مکمل ذمہ دار ہے کہ لوگ اس کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ حکومت اور اس کے قوانین انصاف پر مبنی نہیں ہیں تو کسی کو حکومت کے خلاف لوگوں کو اکسانے کی ضرورت نہیں بلکہ لوگ خود حکومت اور اس کی ایجنسیوں کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں اور اس طرح پاکستان ایک ناکام ریاست کی شکل لیتا جا رہا ہے۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ حکومت انصاف کا راستہ اختیار کرتی، لیکن وہ اسلام اور مسلمانوں کو ظلم و جبر کا شکار بنانے کے مغربی صلیبیوں کی پالیسیوں کو نافذ کر رہی ہے اور امت کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد کرنے والے سیاست دانوں جیسا کہ حزب التحریر اور کفار کے خلاف جہاد کرنے والوں کو نیشنل ایکشن پلان کے نام پر، جو کہ اپنی تخلیق سے لے کر نافذ العمل ہونے تک ایک امریکی پلان ہے، ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہی ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب پوری دنیا میں مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے، چین مشرقی ترکستان میں مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے، روس شام میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے، یہود فلسطین کی مقدس سرزمین پر مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں، بدھسٹ برما میں مسلمانوں کو قتل اور جلا رہے ہیں، ہندو مشرکین کشمیر کے مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور پورے بھارت میں مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں، امریکی افغانستان و عراق اور ہر اس جگہ جہاں اس کے گناہ گار ہاتھ پہنچ سکتے ہیں مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں، لیکن راحیل-نواز حکومت ان میں سے کسی بھی عمل کو "جرم" تصور نہیں کرتی کیونکہ "مسلمان" قتل کیے جا رہے ہیں بلکہ حکومت خلافت کے داعیوں میں سے ایک حزب التحریر کے رکن کی گرفتاری کو "بہت بڑی کامیابی" تصور کر رہی ہے، جبکہ خلافت کا قیام امریکیوں، یہودیوں، ہندووں، بدھسٹوں اور چینیوں کے خلاف حقیقت میں ایک عظیم کامیابی ہو گی۔ جہاں تک حکومت کے انتہائی گرے ہوئے طرز عمل کا تعلق ہے تو ہم صرف رسول اللہ کی حدیث پیش کرتے ہیں، **إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ** "پچھلے انبیاء کی باتوں میں سے جو بات اب تک لوگوں میں موجود ہے وہ یہ کہ: 'اگر تمہیں کوئی شرم نہیں آتی تو جو چاہو کرو'" (بخاری)۔

اے مسلمانوں اور خصوصاً اہل قوت میں موجود لوگوں! حکومت اپنے زوال اور ناکامی کی نئی گہرائیوں تک پہنچ رہی ہے۔

بقیہ صفحہ 23 پر

مخلص مسلمانوں کو اسلام سے محبت کرنے کی سزا نہ دی جائے

ملک کے مختلف شہروں میں نیشنل ایکشن پلان کے تحت گرفتار ہونے والے کئی افراد کے گھر والوں، دوستوں اور رشتہ داروں نے مظاہرے کیے۔ مظاہرین نے بینر اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر تحریر تھا کہ: "کلمہ حق کہنا اور اسلام اور خلافت کی طرف دعوت دینا جرم نہیں"، "اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام کا نام لینے والوں پر جبر کیوں؟" اور "ہمارے پیاروں کو رہا کرو"۔

یہ مظاہرے اس بات کا ثبوت ہے کہ ملک بھر میں ہزاروں اسلام سے محبت کرنے والے افراد کو نیشنل ایکشن پلان کے نام پر انسداد دہشت گردی ایکٹ اور تحفظ پاکستان ایکٹ کے تحت گرفتار کر کے کئی کئی مہینوں سے جیلوں میں قید رکھا گیا ہے۔ کئی ماہ گزر جانے کے باوجود نہ تو ان افراد کو ضمانتوں پر رہا کیا جارہا ہے اور نہ ہی ان پر قائم مقدمات کو چلایا جارہا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کر سکیں۔ یہ مظاہرے اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ حکمرانوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ یہ ہزاروں خاندان کس کرب سے گزر رہے ہیں اور گھر کے کفیل کے قید ہونے کی وجہ سے کن شدید معاشی مشکلات کا شکار ہیں۔ یہ صورتحال برطانوی راج کے وقت میں دی جانے والے اجتماعی سزا کی طرح ہے، جہاں قابض افواج مسلمانوں کی ہمت اور استقامت کو توڑنے کے لئے اس قسم کے ہتھکنڈوں کو استعمال کرتی تھیں۔

حزب التحریر تمام متاثرین نیشنل ایکشن پلان اور ان کے خاندانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی اور ان کی حمایت کرتی ہے اور اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ وہ حکمرانوں کے ان مظالم کو بے نقاب کرنے میں ان کے ساتھ ہے۔ حزب التحریر حکمرانوں کو خبردار کرتی ہے کہ قوت کا استعمال امت میں ان کے خلاف نفرت میں مزید اضافے کا باعث بن رہا ہے اور بہت جلد ان کا یہ ظلم تمام لوگوں پر آشکار ہو جائے گا۔ لہٰذا امت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب سے بچنے کے لئے انہیں اس ظلم کا فوری خاتمہ اور ان معصوم اور اسلام سے مخلص لوگوں کو رہا کرنا ہوگا۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو جلد ہی اللہ کی جانب سے دی ہوئی مہلت ختم ہونے کے بعد انہیں وہاں سے گرفت میں لیا جائے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِٱلْحَقِّ عَلَى ٱلْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ

"ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں پس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے" (الانبیاء:18)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس